ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود
قبلہ کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہیں!

(غالب)

بہار نمبر

پرتاپ

حصّہ اُردو

:نگران:

پروفیسر نندلال کول طالب کاشمیری - پروفیسر راجہ ایم مقبول احمد خاں

سٹوڈنٹ ایڈیٹرز

جاوید کاشمیری - اعجاز کاشمیری متعلم بی اے کلاس

جائنٹ ایڈیٹرز:- نذیر احمد - دیو دت لشٹو لشور متعلم بی اے کلاس

معاونین:- نذیر احمد خاں - محی الدین پرسے متعلم بی اے کلاس

حجازی پریس لاہور بیرون موری گیٹ میں باہتمام پنڈت کاہن چند منیجر پرنٹر و پبلشر چھپا

فہرست مضامین

شذرات

"پرتاپ" کا شعبۂ اردو جو مقبولیت عوام میں حاصل کر چکا ہے وہ اس کی گزشتہ اشاعتوں سے اظہر من الشمس ہے۔ اس کی ہر دلعزیزی کی نسبت کچھ کہنا اپنے مُنہ میاں مٹھو بننا ہے۔ "پرتاپ" کی موجودہ اشاعت کو جو قارئین تک پہنچ رہی ہے۔ کامیاب بنانے کیلئے ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔ پچھلی اشاعتوں میں ہندستان کے بعض اہل قلم حضرات کے مضامین شائع کئے گئے۔ لیکن اس دفعہ کچھ تو عدم گنجائش کے باعث اور کچھ عدیم الفرصت رہنے کے سبب سے ہم کوئی ایسا مضمون پیش کرنے سے قاصر رہے اور ہمیں کالج کے، مضمون نگاروں کے مضامین ہی پر اکتفا کرنا پڑا

ہمیں کالج کے اکثر مضمون نگار حضرات سے خصوصیت سے ایک شکوہ ہے وہ یہ کہ اُن کے خط کی بے ربطی سے نہ صرف ایڈیٹر کو دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بلکہ اُن کے مضامین خواہ وہ علمی ہوں یا ادبی تاریخی ہوں یا مزاحیہ بعض اوقات اسی وجہ اشاعت سے رہ جاتے ہیں۔ ہم ان حضرات سے التجا کرتے ہیں کہ جہاں وہ اپنے مضامین سے ایڈیٹر کو احسانمند بناتے ہیں۔ وہاں وہ اپنے خط کی صفائی سے اس کو مزید ممنوں فرمائیں

ہم اپنے قلمی معاونین کے مرہونِ منت ہیں اور اُمید رکھتے ہیں۔ کہ آیندہ بھی وہ "پرتاپ" کو کامیاب بنانے کے لئے حتی الوسع کوشش کرینگے۔ ہم چند ایک مضامین اس دفعہ عدم گنجائش کی وجہ سے شائع نہیں کر سکے۔ انشاء اللہ دوسری اشاعت میں ضرور شائع کئے جائیں گے

"پرتاپ" کا شعبۂ اردو طالبات کی کم توجہی کا رونا رو رہا ہے۔ امید واثق ہے۔ کہ آیندہ وہ ہمیں ایسی شکایات کا موقع نہ دینگی۔ اور ہمیں اپنے افکار و خیالات سے مستفید ہونے کا فخر بخشیں گی۔

ہم پروفیسر آر۔ سی پنڈتا۔ پروفیسر ایس۔ ایل۔ پنڈتا اور پروفیسر ڈاکٹر نظیر الاسلام کی آمد پر اظہار مسرت کرتے ہیں ساتھ ہی اپنے محبوب پروفیسر چاند نرائن بہادر اور خصوصاً پروفیسر جیا لال کول صاحب کی جدائی کی گہرائیوں سے محسوس کرتے ہیں یہاں ہم پروفیسر نند لال کول صاحب طالب کاشمیری کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے جنہوں نے بعض نا قابل اشاعت مضامین کی صحت فرما کر ان کو قابل اشاعت بنا دیا ہے۔

(سٹوڈنٹ ایڈیٹرز)

دعوتِ پرواز

(از خواجہ عبد السمیع صاحب پال اثر صہبائی)

تیرے بازو میں اگر کچھ بھی ہے قوت باقی
تیرے دل میں ہے اگر کچھ بھی حرارت باقی

گر ترے سر میں ابھی ذوقِ جنوں ہے کچھ بھی
گر ترے تن میں ابھی گرمئ خوں ہے کچھ بھی

روح میں کچھ بھی اگر تاب و تواں باقی ہے
گر ترے سینے میں تھوڑی سی بھی جاں باقی ہے

اک بھی پیمانہ اگر ہے ترے میخانے میں
ایک بھی قطرہ اگر ہے ترے پیمانے میں

کچھ بھی باقی ہے اگر طاقتِ پروازِ خیال
گر نہیں ٹوٹ چکا شہپرِ شہبازِ خیال!

آ مرے ساتھ تجھے عرش پہ پہنچاؤں گا
عرش کیا شئے ہے پرے اس سے بھی لے جاؤں گا

چار ناکام ماہرینِ علومِ مختلفہ

صبح کا سہانا وقت تھا۔ اور پیاری اور سہادنی بادِ نسیم کلفت زدوں کے چہروں سے گردِ کلفت دور کر رہی تھی۔ اتنے میں ایک چوراہے پر چار اشخاص آپس میں آملے۔ ہر ایک دوسرے سے پُرسانِ حال ہوا۔ کہ کون کس شہر سے دہاں رونق افروز ہوا۔ اور قدوم میمنت لزوم سے اُس دشتِ پُر خار کو کیونکر گلزار بنایا؟ ہر ایک نے بانالۂ دفغاں اپنی سرگزشت بیان کی۔ اور ہر ایک کا مدعا بجز تلاشِ معاش کے اور کچھ نہ تھا۔ جس کے واسطے سفر اختیار کیا گیا تھا۔ اُن میں سے ایک باآوازِ بلند گر ترنم کے ساتھ یہ اشعار گانے لگا۔

ظاہر میں گرچہ بیٹھا لوگوں کے درمیاں ہوں
پَر یہ خبر نہیں ہے میں کون ہوں کہاں ہوں

اے ساکنانِ دُنیا آرام دو گے اک شب
بچھڑا ہوں دوستوں سے گُم کردہ کارواں ہوں

پھر وہ کہنے لگا کہ میں علم موسیقی کے سفرۂ نعمت کا زلّہ ربا ہوں۔ دوسرے نے کہا کہ میں علم طبعی اور فلاسفی کا دلدادہ۔ تیسرا بولا مجھے علم صرف نحو میں یدِطولےٰ حاصل ہے۔ چوتھے نے اپنے دُرجِ دہن سے یہ بات نکالی میں انجینیرنگ کا مشتاق اور اس علم کے دریا کا پورا شناور ہوں۔ یہ سب کہہ کر وہ آگے چلتے گئے۔ کہیں دم نہ لیا۔ ایک مقام پر پہنچکر وہ سوچنے لگے۔ کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ سوچتے سوچتے آخر اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ نوکری کے بغیر چارہ نہیں۔ اتفاق رائے سے انہوں نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ کسی بڑے راجے کے پاس چلیں۔ اور اپنے علوم پر کافی دست رس ہونے کا سکہ اُس کے دل پہ بٹھاکر دربار میں اعلےٰ عہدوں پر فائز ہو جائیں تاکہ زندگانی کے باقی ایّام بہ عیش تمام بسر کریں۔ آخر وہ ایک بڑے شہر میں پہنچے۔ شہر کیا تھا۔ بہشت کا نمونہ۔ بلکہ بات بات میں خُلد کو مات کرتا تھا۔ انہوں نے کچھ دیر تک سیر کی اور وہاں کے حالات سے آگاہی پائی۔ کچھ کھایا پیا اور بستر استراحت پر لیٹ گئے۔ اپنی تکان کو دُور کیا۔ پھر چاروں نے لباسِ فاخرہ میں ملبوس ہو کر راجہ صاحب کے دربار میں جانے کا قصد کیا۔ چند گھنٹوں کی مسافت کے بعد وہ راجہ کے محل کے دروازے پر پہنچے۔ ایک کاغذ پر اپنے نام لکھکر پیش کار کے ذریعے راجہ کی خدمت میں بھیجے۔ راجہ صاحب نے چاروں کو اندر بُلایا اور پوچھا۔ تم کون ہو؟ اور کس غرض سے آئے ہو؟ انہوں نے آداب شاہی بجا لاکر عرض کی ہم مختلف عُلوم کے ماہرین ہیں۔ اور بغرض حصولِ ملازمت خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے ہیں۔ بادشاہ نے اپنے وزیر سے کہا کہ وہ ان کا امتحان لے اور اپنا اطمینان کرے کہ جن علوم میں یہ ماہر ہیں۔ اُن میں ان کو کس قدر عبوُر حاصل ہے۔ وزیر تھا تو ابلغ البلغا۔ لیکن پرلے درجے کا فندی۔ منحوس۔ کنجوس اور مکھی چوس۔ وہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ کوئی راجہ کے فیضِ بحرِ بے پایاں سے اپنی پیاس بجھائے۔ وہ چاروں کو ایک اور قصبے میں لے گیا۔ اور اُن سے پوچھا کہ کون کس علم میں ماہر ہے۔ ہر ایک نے اپنی اپنی کیفیت سنائی۔ وزیر نے کہا کہ میں پہلے آپ سے کھانا پکانے کا امتحان لونگا۔ کیونکہ یہ ہر فردِ بشر کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ کھانا پکانا جانے۔ انہوں نے جواب دیا کہ آج خوش قسمتی سے آپ سا قدردان ہاتھ آیا ہے۔ اس میں ہمیں کیا اعتراض ہے ہم اس کے واسطے ہر طرح تیار ہیں۔

وزیر نے کچھ پیسے سائنس جاننے والے کو دیئے اور کہا کہ آپ چار آنے کا گھی خرید لائیں۔ بازار کوئی

تین میل کے فاصلے پر تھا۔ بہر حال اُس نے تعمیل میں تعجیل کی۔ پھر ماہر صرف نحو کو چار آنے دئے اور دہی
لانے کا ارشاد فرمایا۔ انجینئر صاحب کو چار آنے پیسے دئے اور لکڑی خریدنے کے واسطے بازار روانہ کیا۔ پھر
علم موسیقی کے صاحب اُستاد سے کہنے لگے کہ آپ تب تک ایک چولھا تیار کریں۔ یہ ہانڈی ہے اس کو
پانی سے بھر دیں۔ اور چولھے پر چڑھا دیں۔ چند لکڑیاں موجود ہیں۔ ان سے اس ہانڈی کو آنچ دیتے
جائیں۔ جب تک آپ کے ساتھی واپس آ جائیں گے۔

وزیر صاحب ایک پڑوسی کے کاشانہ میں رونق افروز ہوئے اور ایک روزن سے سب کچھ مشاہدہ
کرنے لگے۔ جب پانی کے اُبلنے کی صدا آنے لگی گویئے پر وجد کی حالت طاری ہونے لگی۔ اور کہنے لگا۔ واہ
وا! قدرتی ساز بج رہا ہے۔ یہ بھی کوئی مقام ہے کہ میں سکوت اختیار کر دوں۔ کیوں نہ گاؤں۔ دوسروں کو
وجد میں کیوں نہ لاؤں۔ مختلف اقسام کی تانیں اُڑانے لگا۔ لیکن پانی کے اُبلنے کی صدا اُس کے سُر اور راگنی کیساتھ
نہ ملی۔ آخر ایک لکڑی اُٹھائی اور ہانڈی کے ڈھکنے سے تال بجانے لگا۔ لیکن کجا طنبورہ اور رباب اور کہاں
ہانڈی کے ڈھکنے کی صدا۔ کبھی بھیرویں راگ چھیڑا اور کبھی ملہار کبھی دیپک اور کبھی مال کوس۔ اُس کو ترنم کی
چاشنی کچھ بھی معلوم نہ ہوئی۔ اور نہ کوئی سُر ان مصنوعی سازوں کے ساتھ مل سکا۔ جب تنگ آیا تو ایک پتھر
اٹھایا اور ہانڈی کو چکنا چور کیا۔ اور کہا مگوڑی۔ لنکا کی لنگورنی نہ تجھ میں تال اور نہ تجھ میں سُر۔ ہو جائے تیرا
ستیاناس۔ وزیر صاحب سب کچھ مشاہدہ کر رہے تھے ہنسی سے اُن کے پیٹ میں بل پڑ گئے۔ اور چلا کر
بولے۔ کہ بھائی کھانا پکانے میں تو آپ نے وہ کمال کر دیا کہ باید و شاید۔ مرحبا! احسنت!! صد آفرین!!!

اس کو ادھر ہی رہنے دیجئے۔ اور صرف و نحو والے کا قصہ گوش گزار کیجئے۔ وہ بچارا شامت کا مارا
ایک دہی بیچنے والی کے پاس گیا۔ اور کہا دہی ہے؟ دہی بیچنے والی نے جواب دیا کہ بہت میٹھا دہی ہے
کہنے لگا۔ دہی مونث ہے۔ نہ کہ مذکر۔ وہ سمجھی کہ دریدہ دہن ہے۔ دشنام دیتا ہے۔ غصے ہو کر کہا کہ مونث
تمہارا باپ اور مذکر تمہاری ماں۔ اس نے کہا کہ نہیں میری ماں مونث اور میرا باپ مذکر۔ اس پر وہ
شور مچانے لگی۔ اور گھر والوں کو بلایا۔ اور کہا یہ بدمعاش بے نقط سناتا ہے۔ وہ اُس پر ٹوٹ پڑے اور
وہ گت بنائی کہ توبہ ہی بھلی۔ بچارا گرتا پڑتا واپس قصبے کی طرف آیا اور وزیر صاحب سے سب کچھ برملا کہہ سنایا
کہ یہ شہر نہیں قہر ہے۔ یہاں کی زباندانی سے میں پورا پورا واقف ہو گیا۔

اب انجینئر صاحب کی طرف متوجہ ہو جئیے۔ وہ ایک ہیزم فروش کی دوکان میں آ ڈٹے۔ اور

چار آنے پیسے دیکر لکڑی خریدنے کا طلبگار ہوا۔ دوکاندار نے چند موٹی موٹی لکڑیاں اٹھائیں اور وزن کر کے انجینیئر صاحب کے سامنے رکھ دیں۔ انجینئر صاحب کے پاس بجز ایک ماپنے کے فیتے کے اور کچھ نہ تھا۔ انہوں نے فیتہ نکالا اور لکڑیاں ماپنے میں مصروف ہو گئے۔ لیکن ماپیں تو کس طرح؟ یہ تو کھردری تھیں۔ اپنے دل میں کہنے لگے نہ تو یہ مستطیل کی شکل میں ہیں اور نہ مربع کی شکل میں۔ خیر ان کی لمبائی ہی ماپی جائے لمبائی ماپ کر کچھ سوچنے لگے۔ لکڑی فروش نے خیال کیا۔ کہ شاید یہ چھوٹے چھوٹے ایندھن کے ٹکڑوں کا طلبگار ہے۔ اس نے یہ لکڑیاں واپس اٹھائیں اور چھوٹی چھوٹی وزن کر کے دے دیں۔ اِن کی تعداد اب ۳۰ بیس تیس کے لگ بھگ تھی۔ انجینئر صاحب نے دیکھا کہ پیمائش کرنے سے تو ان کی پیمائش ۱۰۰ سو سوا ۱۲۵ سو فٹ تک تجاوز کر گئی۔ تو کہنے لگے۔ عجیب اندھیر نگری چوپٹ راج ہے۔ پہلے تو تقریباً چالیس فٹ دیئے اور اب سوا ۱۲۵ سو فٹ دینے لگا۔ یہ کہکر وہ ہیزم فروش سے جھگڑنے لگے۔ کہ میں لکڑیوں کی پوری پیمائش کس طرح لے سکتا ہوں؟ نہ تو یہ مستطیل کی شکل میں ہیں۔ اور نہ مربع کی شکل میں۔ ہیزم فروش تو تضادات کا رذیل وہ اس کی نرالی منطق کو نہ سمجھ سکا۔ اُٹھا اور اس کی گردن ماپی۔ بیچارا اوندھے مُنہ گر پڑا۔ ہیزم فروش نے اسی پر اکتفا نہ کی۔ اُوپر سے اتنی لاٹھیاں برسائیں کہ کوئی آدھ گھنٹہ تک یہ بیچارا بیہوش پڑا رہا۔ آخر تھوڑی دیر کے بعد افتاں وخیزاں، غلطاں و پیچاں واپس قصبے کی طرف مراجعت کی اور اپنا سارا ماجرا وزیر صاحب کو سنایا۔

اب چوتھے آفت کے مارے، حرماں نصیب کی طرف اپنی توجہ مبذول فرمایئے۔ وہ علم منطق اور سائنس کے ماہر تھے۔ اُن کا گزر جب بازار سے ہوا تو ایک دوکان سے گھی خریدا کٹوری گھی سے پُر تھی۔ اور اُن کے مَن میں کچھ اور ہی دُھن تھی۔ خرام ناز سے قصبے کی طرف چلے آ رہے تھے۔ آخر جس بحرِ تفکر میں غرق تھے اُس نے عملی جامہ اختیار کیا۔ یعنی وہ یہ سوچنے لگے کہ آیا گھی کٹوری کے سہارے ہے یا کٹوری گھی کے سہارے۔ وہ اسی خیال میں تقریباً گھنٹہ بھر محو رہے اور آخر جب ذرا عالمِ بیداری کی ہوا کھائی تو کہنے لگے کہ اس وقت یہ تجربے کا موقع ہے بھاڑ میں جائے کھانا پکانا، چولھے میں جائے نوکری۔ میں دنیائے سائنس میں ایک بیش بہا اضافہ اپنے تجربے سے کروں گا۔ یہ کہکر فی الفور گھی کی بھری ہوئی کٹوری اُنڈیل دی۔ گھی سارے کا سارا گر پڑا اور اس نے کہا کہ گھی ہی کٹورے کے سہارے قائم تھا۔ خیر یہ معلوم کر کے شاداں و فرحاں قصبے کی طرف لوٹ آیا۔ اور اپنے تجربے کا سارا حال وزیر صاحب کو سنایا۔ وزیر صاحب تو پہلے سے ہی ہنسنے کی مشین کے ڈرائیو بنے ہوئے تھے۔ اب فلاسفر صاحب کے تجربے نے اُن کی ہنسی کیلئے مزید ساماں مہیا کیا۔ وہ ان سب کو راجہ صاحب کے پاس لے گئے۔ اور

جو کچھ واقع ہوا تھا. من وعن سب بیان کر دیا. راجہ صاحب بھی ہنستے ہنستے لوٹن کبوتر بن گئے. اور حکم صادر فرمایا. کہ یہ قصہ بہ آب زر لکھ کر شاہی کتب خانہ میں داخل کیا جائے اور چاروں حرماں نصیب. کور بخت شور طالع اپنے اپنے وطن کی طرف چلتے بنے۔

پی. این. واچخو
ایف. اے سٹوڈنٹ

غزل

(از بلبل بی. اے)

عیب سے آواز دیتا ہے ہمیں کوئی سروش
راز ہستی ہے نہاں الفت میں سن اے حق بیہوش

کھل رہے ہیں پھول اب فصل شباب آئیکو ہے
دیکھنا یہ ہے کہ اُن سے کیا کرے گا گلفروش

کیوں میسر ہو نہ جائے لذتِ ناز و نیاز
عیب داری ہم میں جب ہو آپ جب ہو عیب پوش

تم کو کہتے ہیں دوائے درد دِل دیتے ہو درد
اس کو کہتے ہیں میاں گندم نما و جو فروش

وقت رحلت سب نظر آتے ہیں کندھوں پر سوار
اس سے ثابت ہے کہ ہر انسان ہے خانہ بدوش

شبنم افشانی مری تربت پہ کرتا ہے کوئی
فاتحہ پڑھتا ہے آکر روز کوئی پردہ پوش

دے گئی باد خزاں ہے گل کے جانے کا پیام
اس لئے شاخ شجر پہ آج بلبل ہے خموش

غالب اور علم تصوّف

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ تصوّف کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں "تصوّف نام ہے دل کو تمام کدورتوں سے پاک و صاف کرنے کی حالت کا" لیکن صفائی قلب یا نور بصیرت اس وقت تک ایک طالب حق کیلئے ناممکن ہے۔ جبتک کہ اس کا دل تجلیاتِ ربانی سے مستفید نہ ہو جائے دوئی کا طلسمی پہاڑ راہ ہدایت سے نہ ہٹے اور وسعتِ نظر اس انتہا پر نہ پہنچ جائے جس پر پہنچکر مرزا غالب نے فرمایا ہے ؂

قطرہ میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو میں کل
کھیل لڑکوں کا ہوا دیدۂ بینا نہ ہوا

حقیقت یہ ہے کہ صوفیاء کرام منازلِ روحانیت میں نہ زمانے کی نیرنگیوں کے شکار ہو جاتے ہیں۔ اور نہ ملکوں کا قرب و بعد ان کے جذبات میں کوئی نمایاں فرق ڈالتا ہے۔ وہ عشق کی صحرا نوردیوں میں ایک کیفیت محسوس کرتے ہیں جس میں دنیا و مافیہا کی حقیقت اُن پر منکشف ہوتی ہے۔ اس احساس کو مرزا غالب نے یوں بیان کیا ہے:۔

اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے
حیران ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

ہے مشتمل نمودِ صور پر وجودِ بحر
یاں کیا دھرا ہے قطرہ و موج و حباب میں

امام محمد غزالیؒ نے جو صوفیاء اسلام میں سب سے زیادہ قابل ذکر ہیں، وجود حیات کی تعریف یوں کی ہے "ہم نیند میں مست ہیں، جب مرینگے، تو بیدار ہو جائینگے" مرزا غالب فرماتے ہیں ؂

ہے غیب غیب جس کو سمجھتے ہیں ہم شہود
ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام صاحبؒ کا فرمانا محض ایک خیال ہی نہیں۔ بلکہ ایک حقیقی کیفیت کی ترجمانی ہے۔

عشق و محبت کا سلسلہ قائم ہونے پر صوفیوں کے تصوّر میں خود بخود استحکام اور قوت پیدا ہوتی ہے صوفی بے اختیار بول اٹھتا ہے ؎

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار۔ جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

مومن دہلوی کا شعر ہے ؎

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا۔ جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

لیکن تصوّر جو عمارتِ تصوّف کا بنیادی پتھر ہے۔ شروع ہی سے صوفی کو اپنے وجود کی اصلیت سے آگاہ کرتا ہے اور وہ اپنی ہستی کو آفتابِ روحانیت کے سامنے ایک ذرّہ ناچیز خیال کرتا ہے۔ دیکھئے اس بارے میں مرزا غالب کیا فرماتے ہیں ؎

پرتوِ خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک

اس سے امام محمد غزالیؒ کے قول کی مزید تائید ہوتی ہے۔ لیکن صوفیوں کا تصوّر مختلف جذبات کے تحت مختلف آثار پیش کرتا ہے۔ اس لئے طالبِ حق اپنے وجود کو بحرِ عرفاں میں کبھی کبھی قطب نما خیال کر کے مرزا کے اس مصرعہ کا مصداق بن جاتا ہے ؎

فنا تعلیم درسِ بیخودی ہوں اس زمانے سے
کہ مجنوں لام۔ الف لکھتا تھا دیوارِ دبستاں پر

اس موقع پہ جذبۂ خودداری باقی جذبات کو مغلوب کر دیتا ہے اور صوفی کہہ اٹھتا ہے ؎

قطرہ اپنا بھی حقیقت میں ہے دریا لیکن
ہمکو تقلیدِ تنک ظرفیِ منصور نہیں

کبھی مطلوب کے بعید ہونے کو یوں واضح کر دیتا ہے ؎

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود قبلہ کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہیں

اور کبھی اپنے قرب کو اس طرح بیان کرتا ہے ؎

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہمکو بھی
کچھ ہماری خبر نہیں آتی ! !

مرزا غالبؔ شمعِ تصوف کے پروانے تھے۔ رموزِ عشق میں ماہر لطائفِ غیبی سے فیضیاب اور بحرِ محبت کے مشتاق غواص تھے۔ حافظ شیرازیؒ اگر اپنی روش کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کہ ؎

عاقبت منزلِ ما وادیٔ خاموشاں ہست ۔ حالیا غلغلہ در گنبدِ افلاک انداز

تو مرزا غالب اپنا اظہارِ مدعا یوں کرتے ہیں ؎

ہے آدمی بجائے خود اک محشرِ خیال ۔ ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

انتہائے مقصد کو ماحول میں ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ انسان اگر اپنے وجود پر نظرِ غایر ڈالے تو اس کی چشم بصیرت اس قول کے راز سے واقفیت حاصل کرسکتی ہے کُنتُ کنزاً مخفیاً فاحببتُ اَنْ اُعرفَ فخلقتُ الخلق یعنی "میں چھپا ہوا خزانہ تھا۔ اور میں نے دوست رکھا۔ اس بات کو کہ پہچانا جاؤں پس میں نے خلقت کو پیدا کیا"..... لیکن صوفی کے دل کی یہ کیفیت کبھی انحطاط کی طرف مائل ہوتی ہے چنانچہ مرزا غالب فرماتے ہیں ؎

چھوڑا مہ نخشب کیطرح دستِ قضا نے ۔ خورشید ہنوز اسکے برابر نہ ہوا تھا

چونکہ صوفیوں کے جذباتی مدّ و جزر میں بیرونی تاثیر کا شائبہ تک نہیں ہوتا ہے اس لئے وہ کسی حد تک میں بھی پیدا ہو کر پروازِ تخیل میں اکثر یکساں نظر آتے ہیں۔ چنانچہ جب اپنی بے ثباتی کیطرف اُن کی توجہ کا رجحان ہوتا ہے۔ توان الفاظ سے اپنی حالت کا نقشہ کھینچتے ہیں ؎

من ز ہیچ و کم زہیچ ہم بسیارے ۔ از ہیچ و کم از ہیچ نیاید کارے
ہر سرِّ کہ ز اسرارِ حق گویم ! ۔ زانم نبود بہرہ بجز گفتارے !

کبھی عشق کی دشوار گزار اور خار دار راہ میں صوفی پکار اُٹھتا ہے ؎

سفرِ عشق میں کی ضعف نے راحت طلبی
ہر قدم سایہ کو میں اپنا شبستاں سمجھا

یا یوں کہتے ہیں ؎

بس ہجوم ناامیدی خاک میں مل جائے گی یہ جو اک لذت ہماری سعی بے حاصل میں ہے

لیکن آلام و مصائب کا عادی ہو کر وہ خود کہتا ہے ؎

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں!

ایک اور صوفی کا قول ہے ؎

زیادِ غیر میگردد بدل یادِ خدا کمتر
کہ پُر شد خانہ مے باشد بسا میخانہ جا کمتر

ملاحظہ فرمایئے مولوی جامیؒ کیا فرماتے ہیں ؎

اے سالک رہ سخن زہر باب مگوی جز راہِ اصول رب ارباب مپوے
چوں علت تفرقہ است اسباب جہاں جمیعت دل ز جمع اسباب مجوے

مرزا غالب ایک اور ہی عالم کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ایک جگہ کہتے ہیں ؎

مرے قدح میں ہے صہبائے آتش پنہاں
بروئے سفرہ کباب دلِ سمندر کھینچ،

لیکن نہ تو تند ہواؤں کے جھونکوں اور متلاطم سمندر عشق سے اور نہ بادِ مخالف کے تھپیڑوں سے گھبراتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں ؎

پھر اسی بیوفا پہ مرتے ہیں، پھر وہی زندگی ہماری ہے

ایک اور صوفی کا شعر ہے ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را + ہر زماں از غیب جانے دیگر است

اور حافظ شیرازی فرماتے ہیں ؎

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق!
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما!

محی، بی۔ اے سٹوڈنٹ

گل و بلبل

(از قلم جاوید کاشمیری بی۔اے سٹوڈنٹ)

شنیدم بلبلِ بستان بہ گل گفت
بہار آید و آید جانِ خویشم
چو روئے نو شگفتہ مے نمائی
شوم آندم طرب انگیز بیشم
نمائی جلوہ ہائے نو بنو تو
توئی محبوب حق سبحان پیشم
چو مے بینم دل صد چاک داری
شوم وقفِ فغانم سینہ ریشم
خزاں آید ز چشم دور باشی
نہی خارے بہ دل از بہر نیشم
سراسر بے وفا بے مہر ہستی
وفا دارم من و پروانہ کیشم

فرہنگِ جدید

(طاؤس پانپوری کے قلم سے .... پہلی قسط)

پلس فور :- جمع چار یا +۴ کشمیری مرکبانوں کی ایجاد۔ تہذیب نو کی اختراع۔ سرما کا دوست گرما کا

دشمن۔ سفر کیلئے ہزارہ بس کی طرح آرام دہ چیز۔

ڈبلیو۔ ڈی۔ سگریٹ:۔ سفید رنگ کا دھواں دار قیمتی مسواک۔

لیبارٹری (Laboratory): تیزاب چھڑکنے کے ایکسپریمنٹ (Experiment) یعنی تجربہ کا نام۔

انکویری ونڈو (Enquiry window): پنڈت رگھناتھ کلرک کا تخلص۔

پرنسپل:۔ ان (In) اور اوٹ (Out) کا پہرہ دار۔ کمرہ ۱ کے دروازے کا نام

گرلز روم:۔ اس باغ کا نام ہے جس کے دروازے پر یہ حروف کندہ ہیں "یہ شارع عام نہیں"

نوٹس بورڈ:۔ قضا و قدر کا تختہ۔ نتیجہ برآمد ہونے پر یا فری شپ لسٹ کے نکلنے پر زور آمائی کا اکھاڑا۔ جیلانی صاحب کی آخری منزل۔

فونٹین پن:۔ ادبی تلوار۔ جو مبارزت کے وقت میان سے نکالی جاتی ہے۔

میتھمیٹکس:۔ (Mathematics) یا میٹرک تک ٹیکس۔ یہ ٹیکس سکولوں کے طلباء کیلئے کمپلسری (ضروری) اور کالج کے لڑکوں کیلئے اوپشنل (اختیاری) مضمون ہے۔

فائین لسٹ (fine list): تفصیل جرمانہ ہیڈ کلرک کے دماغ کا نچوڑ۔

ویکنٹ پیریڈ (Vacant period): چٹکیاں لینے اور اناپ شناپ میں بسر کرنے کا وقت۔

ڈرل:۔ جبر اور ظلم کا دوسرا نام۔

ٹینس (Tennis): ایک امیرانہ بیماری ہے۔ "پھر کبھی"

"جدید ٹرکی"[۲]

(نذیر احمد مسعودی متعلم بی۔ ایس۔ سی)

سنہ ۱۹۱۴ء کی جنگِ عظیم سے قبل ٹرکی اپنی نام نہاد خود مختاری پر نازاں تھا۔ مگر داخلہ پالیسی ملاؤں کے

---

[۱] معاف کیجئے آپ ایک بات بھول گئے ہیں "پنڈت کاشی ناتھ جی کی غلطیوں کا مجموعہ" جاوید

ہاتھ میں تھی اور خارجہ پالیسی یورپ کے شہنشاہوں کے اشارہ پر منحصر تھی۔ ملازم اور مغربی شہنشاہیت کے پرستار ہر ممکن کوشش سے ٹرکی کو دبانا چاہتے تھے۔ اور اصلاحات کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔ حالانکہ ٹرکی میں جو انجمن بنام "انجمن اتحاد و ترقی" قائم کی گئی تھی۔ اور جس کا مقصد ٹرکی کو یورپ کے ممالک کی طرح بام ترقی پر لانا تھا۔ متذکرہ بالا وجوہ سے کچھ کام نہ کر سکی۔

مگر عالمگیر جنگ کے قیام میں ترکوں نے ملک کی پسماندہ اور ناگفتہ بہ حالات کا بنظر غور مشاہدہ کیا۔ اس وقت کشتئ قوم کو کھینے کیلئے قدرت کاملہ نے مصطفےٰ کمال جیسے مدبر جنرل اور محبِ وطن کو منتخب کیا۔ مصطفےٰ کمال جانتا تھا۔ کہ مرکزی طاقت زائل کی جاسکتی ہے۔ وہ ایک وطن دوست کی طرح اپنے ملک کے لئے لڑا۔ وہ بہت دور اندیش اور سیاستدان تھا۔ اُسے اُمید واثق تھی کہ مملکت عثمانیہ پھر سے ایک طاقتور سلطنت بن سکتی ہے۔ نیز یہ کہ صرف وہ ہی اس کام کو سرانجام دے سکتا تھا۔

جس وقت اتحادی استنبول پر قابض ہوگئے۔ ٹرکی کے تمام قومی رہنما بھاگ نکلے۔ لیکن مصطفےٰ کمال وہیں رہا۔ ظاہرا طور پر معلوم ہوتا تھا کہ اس کے اور سلطان کے تعلقات اچھے ہیں۔ سلطان برطانوی اور فرانسیسی جرنیلوں کے ہاتھوں میں کٹ پتلی بنا ہوا تھا۔ گر وہ کمال سے خائف تھے۔ کیونکہ کمال کی مرضی کے خلاف ٹرکی نے جنگ میں شمولیت اختیار کی تھی۔ کمال کے قریب ترین رفقار بھی لاعلم تھے۔ کہ اس کے دل میں کیا کچھ گزر رہا ہے۔ سلطان اور اتحادیوں نے مصطفےٰ کمال کو ٹرکی کی فوجوں کی قیادت کے واسطے اناطولیہ روانہ کیا۔ سلطان نے ایک خط بھی اس کے حوالے کیا۔ مصطفےٰ کمال اسی موقعہ کی تاک میں تھا۔ اب وہ بے خوف اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنا سکتا تھا۔ اتحادی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکتے تھے۔ اس نے ٹرکی کی منتشر فوج جمع کی اور اُن میں تنظیم پیدا کی۔ نئی روح پھونکی اور پھر ٹرکی کے حصولِ آزادی کیلئے تدابیر اختیار کیں کمال کو جن مصائب سے دوچار ہونا پڑا اُن کا اندازہ لگانا آسان نہیں۔ اس ابتر حالت اور سخت وقت میں صرف مصطفےٰ کمال کی ہمتِ مردانہ تھی۔ جو کام آئی۔

جس قدر قومی تحریک زور پکڑتی گئی۔ اُسی نسبت سے مخالفت بھی زیادہ ہونے لگی۔ اتحادی طاقتوں

نوٹ:- امید ہے کہ آپ ایسے مضامین سے "پرتاپ" کو آئندہ بھی فیضیاب کرتے رہینگے۔ آپ کا یہ مضمون عدم گنجائش کی وجہ سے اس دفعہ ادھورا گیا ہے۔ انشاء اللہ دوسری اشاعت میں باقی نصف بھی شائع ہوگا۔ (جاوید)

نے ٹرکی کی قومی تحریک کو بڑھتے دیکھ کر سلطان پر دباؤ ڈالا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان نے اعلان کر دیا۔ کہ مصطفےٰ کمال باغی ہے۔ شیخ الاسلام نے بھی فتویٰ جاری کیا۔ مگر یہ تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ ترک قوم نے مصطفےٰ کمال کو نجات دہندہ جانا۔ حقیقی رہنما سمجھا۔ سلطان اور شیخ الاسلام کے ریاکارانہ فتووں کی کوئی پروانہ کی۔ اتحادیوں نے اپنے ارادوں میں منہ کی کھا کے بعد ایک اور تدبیر چلائی۔ یونانیوں کو ایشیائے کوچک میں داخل ہونے کی کھلی اجازت دیدی۔ اتحادیوں نے ہر قسم کے آلاتِ حرب مہیا کئے۔ اور یونانی فتح کے غرور میں ایشیائے کوچک پر چڑھ آئے۔ یہ ایک ایسی جنگ ہے جسکی مثال تواریخ کہیں بھی پیش نہیں کرسکتی۔ یونانیوں سے مقابلہ کرتے ہوئے کمال پاشا کا ہاتھ بھی ٹوٹ گیا۔ مگر اس نے مستقل مزاجی اور ہمت کو کبھی ہاتھ سے نہ دیا۔ اور اسی حالت میں اپنی بے دست و پا مٹھی بھر فوج کی قیادت کی۔ اُن کے پاس ہتھیار نہ تھے۔ مگر اپنے رہنما کے مسکراتے چہرے کو دیکھ کر ان کی ہمت بڑھتی تھی۔ جس کا لازمی ثمر شاندار فتح تھی۔ یونانی ایشیائے کوچک سے بھاگ نکلے اور ٹرکی نے آزادی حاصل کرلی۔

اگر کوئی دوسرا جرنیل ہوتا شاید اس فتح کے بعد چپکے بیٹھ جاتا اور خاموش زندگی بسر کرتا مگر کمال پاشا صرف جرنیل ہی نہ تھا وہ جرنیل سے زیادہ سیاستدان تھا۔ اُس نے اب ٹرکی کو پھر سے زندہ کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ شہرت کے آسمان پر وہ بحیثیت ایک مصلح کے ابدالآباد تک تابندہ رہے گا۔

آزادی کا حاصل کرنا آسان ہے۔ مگر اس کو برقرار رکھنا کارے دارد۔ جہانبانی سے ہے دشوار تر کار جہانبانی۔ چند لمحوں میں انقلاب پیدا ہوسکتا ہے مگر جوش ختم ہونے کے بعد اصلاح کرنا بہت مشکل ہے۔ "انجمن اتحاد و ترقی" نے جس کا ممبر کمال پاشا بھی تھا۔ ملک میں انقلاب پیدا کردیا۔ مگر ملک کے سدھار کے لائحہ عمل کو عملی جامہ پہنانے کی مشکل درپیش تھی۔ اور انجمن متذکرہ کی اس ضمن میں ناکامی سے کمال پاشا بخوبی واقف تھا۔ اس کا خیال تھا۔ کہ ملک کی فوج کا اعتماد حاصل کرکے وہ اپنا مقصد پاسکتا ہے۔ مگر یہ اُس کی غلطی تھی۔ جو ملک مجلسی نظام کے معاملے میں قعرِ مذلت میں پڑا ہوا ہو سپاہیانہ پہلو میں کیونکر درست ہوسکتا ہے؟ نوجوانانِ ٹرکی میں دور اندیشی بھی معدوم تھی۔ یہ جاننے سے وہ قاصر تھے کہ اُن کی اصلاحات کی مخالفت کس کس طبقہ کی طرف سے کی جائے گی۔ مگر کمال پاشا جانتا تھا۔ اور وہ اندرونی و بیرونی مخالفت کے لئے تیار تھا۔ مغربی ممالک ٹرکی میں کسی اصلاح کو ایک آنکھ نہ دیکھ سکتے تھے۔ بلکہ ایک انگریز یہاں تک بھی کہہ گیا۔ کہ

ٹرکی میں اصلاحات نافذ کرنے کا نتیجہ اسلام کا خاتمہ ہو گا۔ حقیقتاً جو اسلام اس وقت تھا وہ حقیقی اسلام نہ تھا۔ اور ضرورت تھی کہ اسلام حقیقی معنوں میں پیش کیا جائے۔ اس وقت ترقی پسند ترک اور تمام رہنماؤں کی یہی خواہش تھی۔ مگر جاہل عوام کے ایمان پر مُلّا لوگ قبضہ جمائے بیٹھے تھے۔ اور اُنکی جہالت و لاعلمی کے زیر اثر تھے۔ مغربی طاقتیں اس امر سے واقف تھیں۔ انہوں نے دوستی کا جامہ پہن کر ترکی میں اصلاحات کے نفاذ کو ناممکن العمل بنانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اور بیرونی ممالک خاصکر ہندوستان اور دوسرے اسلامی ممالک میں غلط اور بے بُنیاد پروپیگنڈا جاری کیا۔ جس کا اثر ضرور ہوا۔ مگر تھوڑے وقت کے لئے مسلمانانِ عالم جو ہمیشہ ٹرکی کے حامی تھے مشکوک اور ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ انگریزوں نے پیسے دیدے کر دور کعبت کے اماموں سے فتوے لکھوائے۔ اس وقت ہندوستان کے مسلمان مصطفےٰ کمال کے عندیہ کو سمجھ نہ سکے۔ مگر مصطفےٰ کمال نے کبھی عالم اسلام کی رائے کو ٹھکرایا نہیں۔ اس نے لوگوں کو دعوت دی کہ وہ خود آکر ٹرکی کا مشاہدہ کریں۔ چنانچہ جب مسلمانوں نے حالات بالکل موافق پائے تو ان کی ہمدردی پہلے سے بھی زیادہ مستحکم ہو گئی۔

برطانیہ عظمےٰ پرانی ٹرکی کے متعلق بالکل غلط رائے قائم کر چکا تھا۔ انگریزوں کے دل میں جو منافرت قائم ہو چکی تھی۔ وہ آسانی سے محو ہونے والی تھی۔ کمال پاشا نے دنیا پر ثابت کر دیا کہ جدید ٹرکی سلطنتِ عثمانیہ سے مختلف ہے۔ مگر اس ثبوت کیلئے اُسے ایسے ذرائع اختیار کرنے پڑے جن سے مغربی ممالک پر کمالی ٹرکی کی اہمیت ظاہر ہوا۔ ایک جاپانی کہتا ہے کہ جب جاپان نے "آرٹ و ادب میں کمال حاصل کیا تو دنیائے مغرب بالعموم اور برطانیہ بالخصوص اس ارتقار کو تہذیب سے موسوم کرتا تھا۔ مگر جب جاپان نے منچوکو فتح کیا تو سب اسکی تہذیب کے قائل ہوئے اگر کسی چیز سے مغربی طاقتیں ڈرتی ہیں تو وہ صرف فوجی طاقت ہے اور یہی مغربی تہذیب کا معیار ہے کمال پاشا اس اصول سے غیر واقف نہ تھا اس نے ٹرکی کی فوجی طاقت کا مظاہرہ کیا۔......
... اور سب مغربی ممالک اس کے دوست بننے لگے۔ ٹرکی نے بھی ان کی دوستی کو قبول کیا۔ مگر انہیں اپنے معاملات میں دخیل ہونے سے باز رکھا۔ وہ مغربی ممالک کے آپس کے تعلقات سے بھی آگاہ تھا۔ اُن کی۔ ماضی کی تواریخ کا بنظر عمیق مطالعہ کیا تھا۔ غازی اعظم نے ہر آنے والے واقعہ کا کمال دوراندیشی سے پہلے ہی سے سامان میسر کر رکھتے تھے۔ تاکہ اڑے وقت میں پریشانی کا منہ نہ دیکھنا پڑے اور انجام کار ٹرکی بام عروج تک پہنچا۔

ٹرکی میں قومی تحریک کو کامیاب دیکھکر روس نے سرمایہ پرستی اور شہنشاہیت کو نیست و نابود

کرنے کا سنہری موقع جانا۔ تاریخ کا مطالعہ کرنیوالے اس حقیقت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ ٹرکی کے حصول آزادی میں روس کا ہاتھ اور مالی امداد کس قدر ضروری تھی۔ ٹرکی جمہوریت ابھی ابتدائی مدارج میں تھی۔ لوگوں کی مجلسی اور اقتصادی حالت استوار کرنے کیلئے اور ملاؤں کے ہتھکنڈوں سے نجات کا اصلی ذریعہ تعلیم سمجھا۔ اور اُن کو تعلیم دینی شروع کی۔ اور یہی رفاہ عامہ کے کام ہیں۔ جنکی بدولت مصطفٰے کمال کی شخصیت روز بروز ہر دلعزیز بنتی گئی۔ ملک میں چند ایسی اصلاحات نافذ کی گئیں جنکے لوگ مخالف تھے۔ مگر غازی اعظم کی مخلصی۔ جذبۂ حب الوطنی اور نیک نیتی سب پر غالب تھی۔ ہر ایک پر یہ آشکار ہو چکا تھا۔ کہ کمال پاشا ملک کا صحیح رہنما۔ حقیقی خادم ملک و قوم اور ملت کا سچا بہی خواہ ہے۔ لوگوں نے اپنے محبوب رہنما کے مقاصد اعلیٰ بھانپ لئے۔ اور اس کی ہر اسکیم کو قبول کر کے اس پر کاربند رہے۔ ملک میں تعلیم عام ہوگئی۔ اور اس طرح لوگ پھر سے اصلی اسلام کے شیدائی بن گئے۔ اور ملاؤں کا جنازہ نکال دیا۔ وہاں کسی کو مذہب خطرے میں نظر نہ آتا تھا۔ بلکہ مذہب کے نام پر غریب اور جاہل عوام کو ابھارنے والے اپنے آپ کو خطرے میں دیکھتے تھے۔ عوام کی آنکھیں کھُل گئی تھیں۔ اور اُن کو کسی اصلاح میں کوئی چیز بھی غیر اسلامی یا غیر شرعی نظر نہ آئی۔ چند شوریدہ سر جو سدھارے سدھر نہ سکے۔ اور کسی نہ کسی حصہ میں جمہوریت کے خلاف منافرت پھیلاتے تھے۔ اُن کو عبرتناک سزائیں دی گئیں۔ اور ملک کو تمام شر سے پاک کیا۔ مصطفٰے کمال پاشا نے جب دیکھا کہ اس کے عزیز دوست ٹرکی کی ترقی کے راستہ میں روڑا اٹکاتے ہیں۔ تو ان کو بھی سخت سے سخت سزا دی۔ جنرل عارف کمال کا حبیب ترین دوست تھا۔ مگر جب اول الذکر جمہوریت کے خلاف تھا۔ اور ٹرکی کی ترقی میں سدِّراہ بنا تو اُسی وقت پھانسی دی گئی!

جب تک نہ کوئی لیڈر، منصف، غیر جانبدار اور قوت عمل کا مالک ہوکر ملک اور قوم کے مفاد کو افضل ترین خیال کرے۔ کامیابی ناممکن ہے۔ کمال اتاترک کی نافذ کردہ اصلاحات پر مسلمانانِ عالم عموماً اور دقیانوسی خیالات کے ترک خصوصاً ناپسندیدگی کا اظہار کرتے تھے۔ ان اصلاحات میں سے ایک ترکی ٹوپی" کا ترک کرنا بھی شامل تھا۔ چونکہ اس قسم کی ٹوپی سب سے پہلے ٹرکی میں استعمال ہونی شروع ہوئی مسلمانوں نے اس کو استعمال کیا۔ اور اس کا نام بھی اسی باعث ترکی ٹوپی ہے۔ مگر دراصل یہ ترکی نہیں" یونانی ٹوپی ہے" اور یونانیوں کے ٹرکی میں اقتدار حاصل کرنے کے بعد اس کا رواج عام ہوگیا تھا۔ کمال اتاترک نے اس کو غلامی کی نشانی سمجھ کر۔ آزاد جمہوری ٹرکی میں اس کے استعمال کو ترک کروایا۔

مسلمانوں نے کئی ایسی رسوم بھی اختیار کر رکھی تھیں جن کی پابندی از روے شریعت ضروری نہیں تھی۔ دنیا میں اس قدر آزادی کسی مذہب نے عورت کو نہیں دی اور نہ ہی کسی مذہب نے اس کے حقوق علیحدہ کر کے اس طرح بتائے ہیں جس طرح اسلام نے کیا ہے۔ رسول اکرم صلعم طبقۂ نسواں میں اصلاحات رائج کرنے میں سب سے بڑے لیڈر ہوئے ہیں۔ ٹرکی میں عورتوں کی آزادی پر مخالفت شروع ہوئی۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جنگ کے دوران میں ترک عورتوں نے بہت مدد دی۔ دفتر کا کام سب عورتوں کے سپرد تھا۔ ہسپتالوں اور دیگر قومی اداروں کا کام وہ چلاتی تھیں۔ میدانِ جنگ میں چونکہ سپاہیوں کی ایک بڑی تعداد کی ضرورت تھی۔ اس لئے ملک کے تمام اندرونی معاملات عورتوں کے سپرد تھے۔ اس وجہ سے رفتہ رفتہ انہوں نے برقع یا پردہ ترک کر دیا۔ فتح کے بعد ملک میں جمہوری نظام حکومت قائم ہوا۔ اس وقت یہ بہت مشکل کام تھا۔ کہ عورتوں کو از سرِ نو پردہ پر مجبور کیا جاتا۔ نیز اتاترک خوب واقف تھا کہ ٹرکی کو اقوامِ عالم کی صفِ اوّل میں کھڑا کرنے کیلئے طبقۂ نسواں کی حالت کا سدھارنا لازم ہے۔ عوام کا خیال ہے۔ کہ عورت کی آزادی اخلاقی پستی کا باعث بنتی ہے۔ مگر جو کچھ ٹرکی میں ہو رہا ہے۔ اس سے اس خیال کی تردید ہوتی ہے۔ کمال اتاترک کے نقشِ قدم پر اب ہندوستان اور دیگر ممالک میں یہ تحریک زور پکڑ رہی ہے

(باقی آئندہ)

کیا آپ کو معلوم ہے؟[1]

۱۔ کپڑا سینے کی مشین ۱۸۳۰ء میں فرانس کے مشہور ماہر مسٹر تھی مونیر صاحب نے ایجاد کی۔

۲۔ فوٹوگراف بنانے کا آلہ ۱۸۳۹ء میں فرانس کے مسٹر ڈاگر نے ایجاد کیا۔

۳۔ بارود سے اڑانے والا ڈائینامیٹ ۱۸۶۷ء میں سوڈان کے ایک شخص مسٹر نوبل نے ایجاد کیا۔

۴۔ وائرلس۔ بے تار کے برقی خبر پہنچانے کا آلہ۔ اٹالی کے مشہور سائنس دان مارکونی صاحب نے ۱۸۹۶ء میں ایجاد کیا۔

۵۔ ریل گاڑی کا انجن۔ انگلستان کے مسٹر اسٹیفنسن نے ۱۸۸۵ء میں ایجاد کیا۔

۶۔ موسم کی حرارت معلوم کرنے کا آلہ ۱۶۴۳ء میں مسٹر ٹوری سیلی نے اٹالی میں ایجاد کیا۔

[1] آپ کا وسیع مطالعہ کتنا فیض رساں ہے! جاوید

۷۔ چیچک کا ٹیکہ۔ اور ہیضہ کی سوئی لگانے کی ایجاد جرمنی کے ڈاکٹر جینر نے ۱۸۹۵ء میں کی۔
۸۔ انسان کے بخار دیکھنے کا تھرمامیٹر فرانس کے فارن ہیٹ صاحب نے ۱۷۲۱ء میں بنایا۔
۹۔ آگ سلگانے والی سلائی کی ایجاد ۱۸۳۱ء میں فرانس کے مسٹر سوریا نے کی تھی۔
۱۰۔ خود بخود سیاہی نکالنے والا فونٹین پن۔ امریکہ کے واٹرمین صاحب نے ۱۸۶۴ء میں بنایا۔
۱۱۔ سیفٹی ریزر۔ حجامت بنانے کا آلہ امریکہ کے مسٹر گیلاٹ نے ۱۹۰۴ء میں ایجاد کیا۔
۱۲۔ پستول (گولی چلانے والا) امریکہ کے مشہور نشانہ انداز، مسٹر کولٹ نے ۱۸۳۵ء میں ایجاد کیا۔

ماخوذ غلام محی الدین کاک تھرڈ ایئر

"میں کونسے اشعار گنگناتا رہتا ہوں"[۱]

شاخِ گل جھوم کے گلزار میں سیدھی جو ہوئی ۔ پھر گیا آنکھ میں نقشہ تیری انگڑائی کا

کوٹھے پہ چھپ گئے مِرا تابوت دیکھ کر ۔ ہم بھی کفن میں مُنہ کو چھپائے چلے گئے

یوں تو برسوں ہی نہیں یاد کیا کرتے تھے ۔ آج کیا تھا جو تمہیں یاد ہماری آئی

نقاب کہتی ہے میں فتنۂ قیامت ہوں ۔ نہ ہو یقین تو کوئی دیکھ لے اٹھا کے مجھے!

جینے نہ دے گی یہ نگہ فتنہ زا مجھے ۔ ان کھڑکیوں سے جھانک رہی ہے قضا مجھے[۲]

ابرو نہ سنوارا کرو کٹ جائے گی اُنگلی ؛ ؛ ؛ ۔ نادان ہو تلوار سے کھیلا نہیں کرتے

[۱] ہمیں یہ سننے کی کیا ضرورت تھی ؟ جناب گنگناؤ ۔ جاوید

[۲] دیکھئے آپ غضب کرتے ہیں ۔ ہمیں داغِ مفارقت نہ دیجئے ۔ جاوید

اک محبت تھی مٹ چکی یارب۔ تیری دنیا میں اب دھرا کیا ہے

نظر آتا ہے چاند پانی میں کون بیٹھا ہوا لب جو ہے

(عبدالرحمٰن پوچھی بی اے سٹوڈنٹ)

پریم سے خطاب

واپس آجا بادِ صبا کے دوش پر سوار۔

تو ماضی اور مستقبل کے پریشاں کُن خیالات کو بھول جا اور میرے پہلو میں آ۔ قسمت خود ان خیالات کی ذمہ دار ہے۔ تیرے بغیر میری حالت ایک غریب الوطن کی سی ہے جو پردیس میں بستر مرگ پر ہو۔ اور کوئی اس کو سنبھالنے والا نہ ہو۔ بلکہ اس سے بھی بدتر۔

تیرے جانے سے میری روحانی زندگی کا چمن بادِ خزاں کے جھونکوں سے اُجاڑ بن چکا ہے۔ وہی چمن جو تیرے وجود کی برکت سے باغِ ارم کے لئے رشک کا باعث بنا ہوا تھا۔ تیرے بغیر کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔ زندگی حد سے زیادہ تلخ ہو چکی ہے۔[۱] ممکن ہے کہ یہ ماجرا دیکھکر تو خود بھی پریشان ہو جائے[۲]

آجا! میرا دل محبت کا تشنہ ہے۔ طلبگار فراق نہیں مجھے ان ستاروں سے چاند اور چمن کے پھولوں سے رشک ہی نہیں بلکہ حسد ہے۔ جو تمہیں ہر صبح مستانہ وار دیکھتے ہیں۔

آجا! گو میں .... کی طرح حسین۔ جاذب توجہ اور درخورِ اعتنا نہیں۔ لیکن میں تجھے سچے دل سے اپنی روح کی عمیق تریں گہرائیوں میں جلوہ گر دیکھنا چاہتا ہوں

کیا میری سچی محبت، حسن۔ قابلیت یا اور کسی چیز سے کم ہے؟

ہریش بخشی

الیف اے سٹوڈنٹ ۲۰۵

* * * * * * * * * * * * *

۱؎ لیکن نہ خوگر تلخیٔ محبت کو ہوس جام انگبیں نہ ہوئی۔ جاوید

۲؎ پریشانیاں میری ان سے نہ کہنا وہ حیدم سنے گا پریشان ہوگا۔ جاوید

چکبست لکھنوی مرحوم

پنڈت برج نرائن چکبست دورِ حاضرہ کے اُن بہترین شاعروں میں سے تھے۔ جنہوں نے گل و بلبل کو چھوڑ کر اپنی خداداد قابلیت سے ملک و وطن کی بہبودی کیلئے دل و جان سے کوشش کی۔ اگر علامہ اقبالؒ کو ہم اردو زبان کا بہترین فلسفی شاعر کہہ سکتے ہیں تو چکبست کو ایک قومی شاعر کا خطاب دے سکتے ہیں۔

آپ ایک سچے محب وطن تھے۔ اس لئے آپ کے اشعار میں حب الوطنی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اس قسم کے شعر صرف ایک محبِ وطن ہی کے قلم سے نکل سکتے ہیں۔ ؎

دل کئے تسخیر بخشا فیض روحانی مجھے
حُب قومی ہو گیا نقشِ سلیمانی مجھے

ایک اور جگہ فرماتے ہیں ؎

روشن دلِ ویراں ہے محبت سے وطن کی
یا جلوۂ مہتاب ہے اجڑے ہوئے گھر میں!

جس آدمی کے سینے میں حُب الوطنی کی آگ روشن نہ ہو اور جس کے دل میں قوم کی محبت جلوہ گر نہ ہو سچ پوچھئے تو وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں۔ آپ نے اس خیال کو ایسی سلیس زبان میں خوبیاں کیساتھ ادا کیا ہے کہ مردہ دلوں کی رگوں میں بھی خون جوش مارنے لگتا ہے:۔

مٹا جو نام تو دولت کی جستجو کیا ہے۔ نثار ہو نہ وطن پر تو آبرو کیا ہے!
لگے نہ آگ نہ دلمیں تو آرزو کیا ہے۔ نہ جوش کھائے جو غیرت سے وہ لہو کیا ہے

فدا وطن پہ جو ہو آدمی دلیر ہے وہ
جو یہ نہیں فقط ہڈیوں کا ڈھیر ہے وہ

آپکے نزدیک مذہب کا حقیقی مفہوم کیا تھا۔ ذیل کے اشعار سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے:۔

جس گوشۂ دنیا میں پرستش ہو وفا کی۔ کعبہ ہے وہی اور وہی بتخانہ ہے میرا

دردِ دل پاسِ وفا، جذبۂ ایماں ہونا آدمیت ہے یہی اور یہی انساں ہونا

آبرو کیا ہے تمنائے وفا میں مرنا دین کیا ہے کسی کامل کی پرستش کرنا

آپ مذہب کے ظاہری رسم و رواج کی قید سے بالکل آزاد تھے، جیسا کہ ذیل کے اشعار سے ظاہر ہے۔

دل صورتِ آئینہ جو روشن نہیں ہوتا زنّار پہننے سے برہمن نہیں ہوتا

یہاں تسبیح کا حلقہ وہاں زنّار کا پھندا۔ اسیری لازمی ہے مذہبِ شیخ و برہمن میں

مذہب سے ناواقف مگر ظاہراطور پر اپنے آپ کو بڑے دھرماتما کہلانے والے لوگوں کا مضحکہ یوں اڑاتے ہیں۔

جناب شیخ کو یہ مشق ہے یادِ الٰہی کی خبر ہوتی نہیں دل کو زباں سے یاد کرنے کی

آشنا ہوں کان کیا انسان کی فریاد سے شیخ کو فرصت نہیں ملتی خدا کی یاد سے

کم ہمتی کے بارے میں فرماتے ہیں۔

کمالِ بزدلی ہے پست ہونا اپنی آنکھوں میں
اگر تھوڑی سی ہمت ہو تو پھر کیا ہو نہیں سکتا

قسمت پر اعتماد رکھنے والوں اور اپنے ہاتھ پاؤں نہ ہلانے والوں کے متعلق فرماتے ہیں۔

اہلِ ہمت منزلِ مقصود تک آبھی گئے۔ بندۂ تقدیر قسمت کا گلہ کرتے رہے

آپ نہ صرف ایک قابل شاعر ہی تھے بلکہ ایک اعلٰے نثار بھی تھے۔ لچھی رام سرور پر جو مضموں آپ نے قلمبند فرمایا ہے اس میں سے مندرجہ ذیل سطریں نقل کی جاتی ہیں۔ تاکہ ناظرین آپ کی نثر نگاری کا اندازہ لگا سکیں "جب کشمیر کے چمن زار میں آوارہ وطنی کی آندھی آئی تو بہت سے ہوا خواہان چمن اپنا مسکن چھوڑ کر بوئے گل کی طرح نکل کھڑے ہوئے۔ ان پریشان حالوں میں اکثر بلبل خوش لہجہ بھی شامل تھے۔ جن کے کانوں میں نغمۂ شیراز سمایا ہوا تھا۔ اور جن کی زبان پارسی شیرینی سے کامیاب تھی۔ اُن نواسنجان کشمیر کو عموماً آب و دانہ کی کشش سرزمین دہلی میں کھینچ لے گئی۔ اور وہیں ان کی زمزمہ پردازیوں کی ہوا بھی بندھی"

آپ بتالیس ۴۲ سال کی عمر میں اپنے رفیقوں کو ہمیشہ کیلئے داغ مفارقت دیکر چل بسے یہ اردو زبان کی بد قسمتی تھی، کہ ایسے باکمال اور صاحب فن کو موت نے اپنی قابلیت کے اظہار کرنے کا خاطر خواہ موقع نہ دیا

گوپی ناتھ گرد بی۔ اے سٹوڈنٹ

موجودہ علمِ صرف کی جان پہچان

کالج:۔ وہ ظرفِ مکاں ہے جہاں فیشن پرستی کے پروانے دن بسر کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں ریشم کے کیڑوں کی طرح ملازمت خواہ جراثیم نشو و نما پاتے ہیں۔

فیشن پرستی:۔ وہ اسم آلہ ہے جس سے کفایت شعاری کی بیخ کنی کا حقہ، کی جاتی ہے۔

موجودہ طرزِ تعلیم:۔ وہ اسم ذات ہے جس کے دوران میں اُمید کا مہرِ منیر روزِ مستقبل کے آسمان پر رونق افروز نظر آتا ہے۔ مگر بعد از تکمیل تعلیم و تدریس (No vacancy) کے بادل عالمگیر نظر آتے ہیں۔

ملازمت:۔ وہ اسم معاوضہ ہے۔ جس کے حصول کیلئے نوجوانوں (خصوصاً تعلیم یافتہ نوجوانوں) کی کمر۔۔ علامتِ استفہام (؟) کی طرح ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ مگر جدید افسانہ نویس اِسے عنقا صفت یعنی نامش معلوم و جسمش معدوم "حسینہ" سمجھتے ہیں۔ جس کے حسن و جمال اور ناز و ادا کے ایسے دلفریب قصے زبان زدِ عام ہیں کہ نوجوان مدرسوں اور کالجوں میں مجنوں اور فرہاد کا لباس زیب تن کئے ہوئے رموزِ عشق کا سبق لے رہے ہیں۔

سفارش:۔ گزارش کی طرح یہ بھی حاصل مصدر ہے۔ جس سے سفارشی ٹٹو کی کیفیت یا اُس کا اثر افسرانِ بالا کی سمجھ میں بخوبی آجاتا ہے۔ اور بے وسیلوں اور مستحقوں کی امیدوں کا خون اس طرح کیا جاتا ہے کہ چنگیز خاں ان کی شاگردی پر فخر کرتا ہے۔ ماہرین علم حیوانات کی اصطلاح میں اس کو "عصائے دفتر نما" کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کے ذریعہ سفارشی ٹٹو دفاتر کی طرف ہانکے جاتے ہیں[1] جہاں ان کو حسب مراد آب و دانہ مل جاتا ہے۔

"ناشتہ مشکہ":۔ یہ اسم مشتق ہے یعنی مصدر رسے بنایا گیا ہے۔ لہذا سفارش کے ساتھ اس کا گہرا تعلق ہے دفتری بابو اس کو اپنی بولی میں "کلید دفتر کشا" کہتے ہیں۔ لیکن جو لوگ شیطان کے اس ٹیکس سے کسی عہدے پر فائز ہوتے ہیں یا اور کسی کام میں کامیاب ہوتے ہیں وہ اس کو "روزی کشا" کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کے ادا کرنے سے بسا اوقات زدہ روزی (رزق) سے بدل جاتا ہے۔

[1] کہیں آپ بھی نہ ہانکے جائیں! جاوید

احتیاط:۔ گرامردان اور زمانہ شناس کی اصطلاح میں لاپروائی اور خبرداری کی باہم کشمکش کا نام ہے جس کے مشاہدہ سے "معمار مستقبل" ماہر فن بن جاتا ہے۔ شراب نوشی۔ تمباکو نوشی۔ قماربازی اور جعلسازی یہ تمام افعالِ ناقصہ ہیں جن کی ایجاد شیطان کی مرہونِ منت ہے۔

میاں غلام رسول
ایف۔ اے سٹوڈنٹ

غزل

بخدا تشنۂ یک جرعۂ مے ام ساقی
دہ ازاں نوع کہ بس دور شود غم ساقی

اندرونم بدر آید چو شوم دور ازو؛
از فراقش کند ایں طائر جاں رم ساقی

من شہنشاہِ جہانم دمِ نوشیدنِ جام
چہ مجالست کہ ہم رتبہ شود جم ساقی

دلِ من خرّم و شاداں بہ نظر مے آید!!
کہ بہ کامم چو مئے ناب نہادم ساقی؛

بکفم جام بدہ تاب و شکیبائی رفت؛
پیش کن ساغر و مینا تو بیکدم ساقی

ایں چہ چیز است کہ آمیختہ باد ر مے است
کہ مرا سوئے خود آرد لبرِ خسم ساقی

ایں چنیں نغمۂ از چنگ و چغانہ خیزد
کہ بگوشم آید از جرعۂ پیہم ساقی!

"بادہ خور تا بتوانی تو پیاپے جاوید"
دوش آواز رسیدم زِ سر دشم ساقی

جاوید کاشمیری بی۔ اے سٹوڈنٹ

مجھے یاد رکھو یا بھول جاؤ

میرے محبوب! جب میری روح قفسِ عنصری کی تیلیاں توڑ کر پرواز کر جائے تو اس وقت کوئی ماتمی گیت نہ گانا۔ میری لحد کی بالین پر گلہائے رنگیں کی بارش نہ کرنا نہ قبر کے گرد و نواح میں سرو کے سایہ دار درخت لگانا۔ میرے آرام کا موجب وہی سبزہ ہوگا۔ جو کہ میرے جانے کے قبل قطراتِ شبنم سے تر ہوگا اوس کے وہی قطرے سب مجھے ٹھنڈک پہنچائیں گے۔

میری موت کے بعد خواہ تم میٹھے میٹھے الفاظ میں مجھے یاد کرو۔ یا میری یاد کے نقوش لوحِ قلب سے کلیۃً مٹا دو۔ میرے لئے یہ سب کچھ یکساں ہوگا۔ میں اس وقت دوسرے عالم میں ہونگا۔ جہاں کہ ان اشجار کا سایہ اور ہلکی ہلکی بارش کی بہار دیکھنے کے قابل نہ ہونگا نہ ہی عندلیب نالاں کی پر درد فریاد میرے گوش زد ہو سکے گی۔

یہ پودوں کی مستی اور یہ شفق کی بہار وہاں پر میرے لئے نہ ہو گی۔ البتہ ہو گی .... ایک چیز .... فقط .... ایک چیز .... اور وہ صرف تمہاری یاد ......! نہ معلوم یہ سب کچھ مجھے یاد رہے گا۔ یا فراموش کر بیٹھونگا۔ مگر .... اے سرمایہ حیات! "مجھے یاد رکھنا یا بھول جانا" تمہاری مرضی پر مبنی ہے۔

المترجمہ از اصغر علی میر
بی۔ اے۔ سٹوڈنٹ

غزل

(از قلم طاؤس پاپنوری تھرڈ ایئر)

روبرو اُن کے مجھے یارا نہیں تقریر کا
یہ ہے اِک ادنیٰ کرشمہ شومیٔ تقدیر کا

میرا دل اور تیری ان بیہودہ باتوں کا اثر!
ناصحا! کیا منتظر ہے وعظ کی تاثیر کا!!

کشورِ عشق و محبت میں جنوں ہے جہانگیر
بس نہیں چلتا یہاں یا ہوش کی تدبیر کا

بے سبب کرتا رہا ہیں شکوہ جور و جفا!
سنگدل پر کیا اثر ہو نالۂ شبگیر کا!

میں نگاہِ ناز کا مطلب نہیں سمجھا ابھی
تیر تھا صیاد کا یا وار تھا شمشیر کا

وہ تو مستِ ناز ہیں طاؤس ان کو کیا خبر
کس طرح دِل چور ہوتا ہے کسی دلگیر کا!

کیوں ٹھکرایا کسی کا — پریم

(۱)

کانتا جانتی ہو۔ پھر کیا ہوا؟ جب میں کل دریا پر گئی۔ چاندنی رات تھی[1]۔ آسمان پر تارے جگمگا رہے تھے۔ میری قسمت کا تارا ڈوب رہا تھا۔ میں نے اُس کو دیکھا۔ وہ نہانے سے فارغ ہو کر پنگھٹ پر چاندنی رات کا لطف لے رہا تھا۔ میں چپکے سے اُس کے پاس ہی بیٹھ گئی۔ اور —— میری آنکھوں میں نہ جانے کس قدر آنسو اُمڈ آئے۔

(۲)

آہ! مجھے وہ دِن یاد آتے ہیں۔ جب میں نے اُس کے پریم کو ٹھکرایا تھا —— اور آج اس نے میری طرف ایک بار بھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھا —— میرا دل بے قابو ہو رہا تھا —— میں نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا —— ”موہن“!

اُس نے بیرخی سے میری بات کا جواب تک نہ دیا —— وہ بُت کی طرح کھڑا رہا —— لیکن آنکھوں سے آنسو گرنے لگے —— اُس نے اپنی زبان سے کچھ نہ کہا —— لیکن نہ معلوم کس قدرتی جذبے سے متاثر ہو کر آخر اُس کی آنکھیں مجھ پر پڑیں۔

(۳)

—— بس اُس سے زیادہ اور کچھ نہیں —— میں پاپی ہوں —— کانتا سنو

---

[1] چاندنی رات میں اور صبح بہاراں میں اثرؔ۔ حسنِ معصوم فراواں نظر آتا ہے مجھے (جاوید)

میں تمہیں ایک اور واقعہ سناتی ہوں۔

وہ باغ میں ٹہل رہا تھا ——— کچھ گنگنا رہا تھا

میں کسی ضرورت کی وجہ سے باغ میں گئی ——— میں نے اُسے وہاں پایا ——— وہ بھی بہت خوش ہوا ——— ایک پھول توڑا ——— سونگھا ——— پھر میری طرف پھینک دیا میں نے پھول کی قدر نہ کرتے ہوئے ——— آہ! دور پھینک دیا۔ کانتا تم خود اندازہ لگا سکتی ہو کہ اسے کتنا دُکھ ہوا ہوگا ———۔

(۴)

کانتا! مجھے اچھی طرح یاد ہے ——— کہ جب میں سکول جاتی تھی ——— تو ہر روز مجھے دیکھنے آتا تھا ——— میں اُس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ——— اُس کی طرف ایک بار بھی نہ دیکھتی تھی ——— لیکن آج میں حیران ہوں ——— کہ وہ سادھو بن گیا ہے ——— نہ معلوم ——— کیوں؟

(۵)

اپنی کہانی کانتا کو سنائی ——— موہن نے میری طرف غور سے دیکھنا شروع کیا ——— میرا دِل بے قابو ہو رہا ہے ——— میں نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا ——— "موہن"!

لیکن! آج وہ میری بات کا جواب ہی نہیں دیتا۔

آہ! اب آنکھوں سے آنسو جاری ہونے لگے ——— آنسو کیا جگر کے ٹکڑے قطرے بن کر دردِ نہانی ظاہر کرتے ہیں۔ ——— مگر زبان سے اُف تک نہ کی! ———۔

نرملا نے روتے ہوئے کہا ——— آہ پرمیشور! ——— میں کتنی پاپی ہوں! ——— کس قدر گنہگار ——— !! ———۔

کانتا نے تڑپتے ہوئے کہا ——— نرملا! ——— اب افسوس کرنے سے کیا حاصل؟

نرملا! نے روتی ہوئی آواز میں کہا ——— کانتا! اب میں کیا کرونگی ہے[1] ——— میری زندگی تباہ ہو رہی ہے ———

کانتا نے کہا ——— نرملا! کیوں ٹھکرا یا کسی کا پریم"

ترلوکی ناتھ تیکو رول نمبر ۵۶ فسٹ ایئر

——— ❊ ———

گلہائے رنگا رنگ

خیال حسن ہے سامانِ راحت بے نواؤں کا | فروغ صبح بنتا ہے چراغ شام ہوتا ہے

(وحشت کلکتوی)

ذروں میں کچھ کشش ہمیں محسوس ہو چلی | اے دل سنبھل کہ پیش نظر کوئے یار ہے

(دل شاہجہانپوری)

ارے او پوچھنے والے سبب میرے نہ ہنسنے کا! | مجھے مدت ہوئی رونا بھی اب آتا ہے مشکل سے

(جوش ملیح آبادی)

بخشدوں خون ابھی داورِ محشر اپنا!!!! | وہ یہ کہدیں اسے مارا ہے سمجھ کر اپنا!!!!

رشید لکھنوی

ہزاروں شوخیاں پھر شوخیوں میں سینکڑوں غمزے | تمہیں دنیا سے کیا مطلب کہ تم خود ایک دنیا ہو

(نوح ناروی)

فغاں میں درد۔ دعا میں اثر نہیں آتا!!!! | جو تم نہیں ہو تو کوئی ادھر نہیں آتا!!!!

جلیل لکھنوی

(رنگیلی)

[1] ٹوٹے جو کوہِ غم بھی زباں پر شکن نہ ہو۔ لغزش نہ ہو قدم میں جبیں پر شکن نہ ہو (جادو)

آرزوئے دِل

دل کو رازِ عشق سے پھر آشنا کرتے رہے اپنے جسم و جاں کو ہم صرفِ وفا کرتے رہے
ہستیٔ جذبات کی نشو و نما کرتے رہے اس نئی تحریک کو وقفِ بقا کرتے رہے

منزلِ دل میں امیدیں جلوہ برساتی رہیں
گیت کے نغموں سے سازِ دل کو تڑپاتی رہیں

دل ابھی تک تھا مرا نا آشنائے آرزو فطرتِ جذبات سے اب تک نہ تھا میں روبرو
میں بنا تھا صورت و تصویرِ حیرت ہو بہو تھا پہ پرواز کو میرا تجسس چار سو

جلوۂ تصویرِ فطرت نور برساتا رہا
آتشِ ذوقِ وفا کو اور بھڑکاتا رہا

جب کشاکش مذہب و ملت کی رخصت ہو گئی بہرہ ور مہر و وفا سے ساری خلقت ہو گئی
آشنا حُبِّ وطن سے جب طبیعت ہو گئی جو ہر راز نہاں کی وا حقیقت ہو گئی

میری ترکیبِ وفا اب تک تو محوِ خواب تھی
تازگی پھر اس میں آئی پیشتر بے آب تھی

جذبۂ ہمت ہے کافی سرفرازی کے لئے کوشش پیہم ہے لازم چارہ سازی کیلئے
شرط ہے نیرنگِ عشوہ جلوہ بازی کے لئے چشمِ بینا چاہیئے منظر طرازی کے لئے

جذبۂ مہر و وفا ہے باعثِ لطفِ حیات
ہے نہاں اسمیں ہی ہاں سرِ بقائے کائنات

پھر تخیل جسم میں ہشیار ہونے کے لئے پھونکتا ہے روح تو بیدار ہونے کے لئے
ولولے بیتاب ہیں اسرار ہونے کیلئے مضطرب ہے چشم دل خونبار ہونے کیلئے

عالم تقریر میں اب اک نئی تاثیر دیکھ!
اس چراغ کہنہ میں روشن تریں تنویر دیکھ

جوہر خون وفا رنگ چمن ہونے کو ہے تازہ و شاداب پھر باغ وطن ہونے کو ہے
دور سب یہ کشت و خوں رنج و محن ہونیکو ہے مژدہ آزادی کا اب زیب سخن ہونے کو ہے

صورت برق طپاں ہے جستجوئے دل مری!
ہو وطن آزاد یہ ہے آرزوئے دل مری!

پنڈت جیا لال برق کاشمیری

مختلف قوموں میں مزاج پرسی کے فقرے

۱۔ کیسے ہو۔ (انگریزی) ۲۔ کیسے گزرتی ہے۔ (فرانسیسی)
۳۔ کیونکر بسر ہوتی ہے (جرمنی) ۴۔ خدا تمہیں صبر عطا کرے۔ (روسی)
۵۔ تمہاری عمر دراز ہو (ہسپانی) ۶۔ آپ کو پسینہ تو خوب آتا ہے (مصری)
۷۔ تمہارا سایہ دراز ہو (ایرانی) ۸۔ تم پر سلامتی ہو (عربی)
۹۔ تم نے خوب کھایا ہاضمہ تو درست ہے (چینی) ۱۰۔ تمہارے خاندان پر امن کا سایہ ہو (عبرانی)
۱۱۔ تندرستی ہو۔ (افغانی) ۱۲۔ مزاج شریف (ہندوستانی)
۱۳۔ خوشیاں مناتے نظر آؤ ——— (یونانی)

محمد امین نحوی

سنٹ ایئر۔

سرگزشت زنبیل فروش

(رشید رضا کی کہانی اپنی زبانی!)

میرے والدین بڑے مفلوک الحال تھے۔ باوجود غریبی اور مسکینی کے وہ پرہیز گار نیکوکار تھے۔ مگر افسوس اُن کی مفلسی کے باعث میں تعلیم جیسی نعمت سے محروم رہا۔ اور زنبیل فروشی کا پیشہ اختیار کیا۔ تھوڑے عرصہ میں اس کام میں خوب مہارت حاصل کی اور اس ہنر میں تمام شہر کے اندر مشہور ہو گیا۔ اور خوب آمدنی ہوتی رہی۔ یہ ساری کمائی اپنے پیارے والدین کی خدمت میں پیش کرتا رہا۔ اور ہر طرح ان کی خاطر و مدارات کیا کرتا۔ آخر کار والدین کا سایہ سر پر سے اُٹھ گیا۔ میں اکیس برس کی عمر میں ایک شریف اور پاک دامن عورت سے شادی کی۔ اور قلیل عرصے میں اللہ کی مہربانی سے صاحب اولاد ہوا۔ گھر کی رونق بڑھی چہل پہل ہوئی مگر ساتھ ہی یہ زیادہ عیال واطفال وبال جان ہوا خرچ کے مطابق آمدنی میسر نہ ہوئی۔ دن گزارنے اور وقت کاٹنے میں سخت تکلیف اور کوفت ہونے لگی۔ اولاد کی خستہ حالت اور بیوی کی پژمردہ صورت دیکھ کر پریشان ہوتا اور اندر ہی اندر سے گھلے جاتا۔ کوئی صورت خوش حالی اور فارغ البالی کی نظر نہیں آتی تھی۔ حیران تھا کہ کیا کروں کس طرح معقول آمدنی کا ذریعہ حاصل ہو۔ تاکہ اہل وعیال کی مناسب طور پر پرداخت کر سکوں مگر بسا اوقات سعی وکوشش سے تقدیر کو بدلنا ناممکن ہوتا ہے۔ اور تدبیر کے تیروں پر تقدیر مضحکہ اڑاتی ہے۔ باوجود محنت وکوشش کے گدھ مردار ہی کھاتا ہے۔ اور ننھی ننھی شہد کی مکھی آرام طلبی کے ساتھ پھولوں اور شگوفوں پر بیٹھ کر خوب میٹھا میٹھا خوشبودار لعاب چوس لیتی ہے۔ اور خالص صاف وشفاف شہد پیدا کر کے لوگوں کو کھلاتی ہے۔ حرفت وصنعت سے فائدہ حاصل کرنے میں کوشاں رہا۔ اور تقدیر کی گرہ کو ناخن تدبیر سے برابر کھولنے میں مصروف رہا۔ ایک دن نہایت محنت اور جانفشانی سے ایک خوبصورت نفیس ٹوکری بنائی گلی کوچوں میں مارا مارا پھرتا رہا۔ مگر بدقسمتی سے زنبیل کا

گاہک نہ ملا۔ شام کو مایوس ہو کر غمگین خالی ہاتھ گھر واپس آیا۔ پہلے ہی دل خستہ تھا۔ بچوں کی بے قراری دیکھ کر جگر پاش پاش ہو گیا۔ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ ساری رات پریشانی میں گزری۔ صبح ہونے پر بیوی بولی۔ جاؤ میری قمیص بازار میں بیچ آؤ۔ جو کچھ آئے کھانے کا سامان اس سے لاؤ۔ بھوک کی شدت سے جان نکل رہی ہے۔ تاب و طاقت باقی نہیں، آخر کار عورت کی قمیص دو چار آنے میں فروخت کر کے کچھ آٹا چاول خرید کیا۔ اور گھر لایا۔ بیوی بچے بیقراری کی حالت میں انتظار کر رہے تھے۔ فوراً کھانا تیار کیا گیا۔ کھا پی کر فراغت حاصل کی۔ مگر میں نے بوجہ شدتِ قلق کے کچھ نہ کھایا۔ بلکہ مسجد کی راہ لی۔ وہاں جا کر وضو کیا۔ جوشِ ایمان کے ساتھ نماز پڑھ کر خدائے کریم سے دعا مانگی کہ اے عیال داروں کے غمخوار۔ بیکسوں کے چارہ کار۔ میرے کاروبار میں برکت دے۔ پھر ٹوکری کو اٹھا کر شہر کے چاروں طرف پھرا مگر کوئی گاہک ملنا تھا نہ ملا۔ کسی نے ٹوکری کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ بھوک کی شدت اور تھکان کی زحمت سے بالکل نڈھال ہو گیا تھا۔ اعضا چور چور ہو گئے تھے۔ مجبوراً جامع مسجد کے دروازے پہ بیٹھ گیا۔ تاکہ تھوڑی دیر آرام کروں اور اس رنج و تعب سے کچھ تسکین پاؤں۔ اسی اثنا میں موذن نے اذان دی لوگ جوق در جوق عبادت کیلئے آنے شروع ہو گئے۔ میں نے خیال کیا۔ کہ شاید کوئی اب ٹوکری کا خریدار پیدا ہو گا۔ مگر کیا دیکھتا ہوں۔ کہ تمام نمازی مسجد سے ایک ایک کر کے نکل گئے۔ اور خدا کی ذات کے سوا مسجد میں کوئی باقی نہ رہا۔ میں ایک گوشے میں بیٹھا ہوا پریشانی کے سمندر میں غوطے کھا رہا تھا۔ اپنی سراپا درگوں حالت اور بچوں کی بھوک کی شدت یاد کر کے دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ کہ اچانک ایرانی وضع قطع کا ایک آدمی جس کے چہرے سے وقار کے آثار نمودار تھے مجھ کو اس پریشانی کی حالت میں دیکھ کر کہنے لگا۔ اے دوست معلوم ہوتا ہے۔ کہ تو نے اپنی حالت شراب پی پی کر تباہ کر رکھی ہے۔ اور برے کاموں میں مبتلا ہو کر تیرا جامِ حیات عنقریب لبریز ہونے والا ہے۔ کیونکہ تمہارے جسمانی قویٰ الحطاط پذیر ہو چکے ہیں۔ اور رنگِ رخسار زعفران زار کا منظر پیش کر رہا ہے۔ ناظرین! دنیا عجیب پیکرِ استعجاب و حیرت ہے۔ میں روٹی کا محتاج میرے ننھے بچے ٹکڑوں کے لئے ترس رہے ہیں۔ اور یہ میاں مجھ کو شرابی۔ کبابی اور بدچلن کا خطاب دے رہے ہیں اس بات سے مجھے بے ساختہ ہنسی آئی اور میں نے کہا جناب کا اسم شریف؟ وہ آدمی کہنے لگا۔ میرا نام شیخ مسعودی ہے۔ میں نے کہا حضرت میرا رنگِ رخسار شراب کے اثر سے زعفرانی نہیں بلکہ صدماتِ روزگار اور انقلابِ لیل و نہار نے یہ حالت بنا دی ہے۔ کہ حیاتِ عزیز جیسی نعمت بے بہا رخصت ہونے کو ہے

جس طرح ایک نیم بسمل مُرغ تڑپتا اور لوٹتا ہے۔ مگر بظاہر رقصاں نظر آتا ہے۔ اُسی طرح میری موجودہ صورت زخمی جگر اور شکستہ دل کی نمائش ہے۔ نہ کہ شراب کے اثر کا نتیجہ۔ دو روز سے بھوکا ہوں بیوی بچوں کا دکھ سب سے زیادہ جانکاہ ہے۔ غرض میاں مسعودی کو سارا ماجرا سنایا۔ پھر اور دبھرا قصہ سنکر درہ۔ آب دیدہ ہوا پھر کہنے لگا۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ یہ کہکر فوراً ایک تھیلا جو اشرفیوں سے پُر تھا میرے حوالہ کیا۔ اور کہا جاؤ بازار سے کھانے پینے کا سامان خریدو اور بچوں کو کھلاؤ۔ اس تھیلے میں جو رقم ہے وہ تم کو ایک سال کیلئے کافی ہوگی۔ جاؤ کھاؤ پیو۔ مزے اڑاؤ سال آئندہ آج کے روز مجھسے یہاں ہی ملو۔ میں تمہاری مدد کروں گا۔ قبل اس کے کہ میں اس کا شکریہ بجالاتا وہ چل پڑا۔ جب میں اکیلا مسجد میں باقی رہا۔ تو میں نے سوچا شاید ایک خواب ہے۔ مصیبت میں کون کسی کا مددگار ہوتا ہے۔ لیکن ہمیانی کو دیکھ کر یہ خیال جاتا رہا۔ پھر میں نے ہمیانی کو کھولا اور نقدی کو گنا تو سو اشرفیاں برآمد ہوئیں تب تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جلدی سے اُٹھکر بازار کی طرف روانہ ہوا۔ آٹا چاول اور دیگر سامان خرید کیا۔ اور ان سب چیزوں کو ٹوکرے میں رکھ کر گھر کا رُخ کیا۔ جب دروازے پر پہنچا۔ تو بچوں کے جگر خراش نالے سنے۔ جو بھوک کی شدت سے مضطرب ہو رہے تھے۔ اُن کی ماں ان کو یہ کہکر تسکین دے رہی تھی۔ میرے پیارے بچو میں تمہارے قربان جاؤں۔ دیکھو دوست ابھی تمہارے ابا تمہارے واسطے کھانے کا سامان لائینگے۔ تو تم مزے سے سیر ہو کر کھانا۔ یہ باتیں سنکر میں نے باہر ہی سے پکار کر کہا۔ بچو! تمہاری ماں سچ کہتی ہے۔ گھر میں جلدی داخل ہو کر سامان کا بھرا ہوا ٹوکرا ان کے سامنے رکھ دیا۔ اور اشرفیاں بھی آگے رکھ دیں۔ لیکن میری بیوی خوش ہونے کی بجائے ناراض ہوئی اور کہنے لگی۔ کہ خدا کیلئے یہ تو بتاؤ کہ یہ رقم کہاں سے لائے ہو۔ تجھ سے غریب اور مفلس شخص کو اتنی اشرفیاں کہاں سے ملیں معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کو خاک میں ملا کر آئے ہو کسی کے گھر کو لوٹ کر اپنے گھر میں عیش و عشرت لوٹنا چاہتے ہو۔ چوری کر کے ڈاکہ مار کر عیش منانا ہمکو ہرگز ہرگز منظور نہیں۔ فاقوں پر فاقے برداشت کرنا اور بھوک سے مرنا بہتر مگر۔ چوری کا مال کھانا حرام نیک خصلت اور پارسا بیوی سے یہ کلام سنکر میں ہنس پڑا اور کہا کہ میاں مسعودی کی جان و مال کو دُعا دو۔ بیوی نے جب یہ صداقت بھری داستان سُنی۔ خوشی سے اُچھل پڑی اور اپنے مربی اور محسن کو بے شمار دعائیں دیں۔ غرض یہ تمام سال نہایت عیش و آرام میں گزرا اور خدا کی عبادت میں بسر کیا سال کے اختتام پر میں حسب وعدہ مسجد میں وقتِ مقررہ پر پہنچا نماز ادا کی چند لمحوں کے بعد میاں مسعودی

مسکراتے مسکراتے آتے ہوئے نظر آئے۔ اس محسن کو دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ میں نہایت محبت وانکساری سے آداب بجالایا۔ اُس نے میری اور بال بچوں کی خیریت دریافت کی میں نے عرض کیا کہ حضور کی عنایت و پرورش سے دن عید اور رات شبِ برات ہے۔ میاں مسعودی نے کہا بیٹے سنو اور یاد رکھو کہ اس دنیا کی مصیبتوں اور گوناگوں آفتوں پر صبر کرنا آدمی کیلئے ضروری ہے۔ اور شیوۂ اولوالعزمی اور بہادری یہی ہے۔ ورنہ ؎

مشکلے نیست کہ آساں نشود
مرد باید کہ ہراساں نشود!

یقیناً صبر و شکر کرنے سے دامن امید اور باغِ مراد پھولوں سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ ہاں عزیزم میں ایک مشورہ تم کو دینا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ حرکت میں برکت ہے۔ ہاتھ پاؤں ہلانے میں جلبِ منفعت اور خصوصاً سفر و سیاحت میں بڑا فائدہ اور فلاحت ہے۔ عقل بڑھتی ہے۔ تجربہ حاصل ہوتا ہے۔ اور بصیرت و بصارت میں ایک بیش بہا اضافہ ہوتا ہے۔ میں نے جواب دیا میری بھی یہ دلی خواہش اور آرزو ہے۔ مگر چونکہ اس میں دولت و ثروت درکار ہے۔ اور میں لاچار و محتاج ہوں کیا کروں؟ میاں مسعودی نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ میں سفر اختیار کروں سیر و سیاحت سے حظ اُٹھاؤں اور تم کو اپنے ساتھ لے چلوں اس سفر میں طرح طرح کے فائدے حاصل ہونگے۔ گوناگوں طلسماتِ دنیا کی فسوں کاریاں مشاہدہ میں آئینگی۔ نہ صرف مشاہدات سے بہرہ ور ہونگے۔ بلکہ دولت سے مالامال ہو کر باقی زندگی آرام سے گزرے گی۔ اور بال بچوں کا بھی مستقبل خوشگوار ہو گا سفر میں زیادہ عرصہ بھی نہیں صرف دو تین ماہ صرف ہونگے۔ اس کے بعد ہم دنیاوی افکار سے فارغ البال ہو جائینگے اس عرصہ میں تمہارے بال بچوں کے اخراجات کیلئے ایک سو اشرفیوں کی تھیلی کافی ہو گی۔ میں نے عرض کی جو حکم ہو بندہ حاضر ہے۔ تعمیل ارشاد میں مجھے فخر حاصل ہے۔ فی الفور میاں مسعودی سے رخصت لے کر بیوی کے پاس گیا۔ کل ماجرا سنایا وہ بھی خوش ہوئی۔ اور مجھ کو وقت رخصت وفاداری و دیانتداری پر کاربند رہنے کی ہدایت کرنے لگی اور فائز المرام ہو کر واپس لوٹنے کیلئے دعائیں دیں۔ غرض ضروریات خانہ مہیا کر کے بقیہ رقم اپنی اہلیہ کے سپرد کی اور خدا حافظ کہکر رخصت ہوا۔

ترجمہ "الف لیلیٰ"
محمد امجد شاہ ایف۔ اے سٹوڈنٹ

این کیست؟

(از جاوید)

این کیست کہ تاراج کند صبر و قرارے؟ — از دودِ دلم بے وجہ برداشت غبارے؟

این کیست کہ از باغ کند بوئے پریشاں؟ — در رقص کہ مے آورد گلہائے گلستاں؟

این کیست کہ چوں وارد دریا بہ سفر شد؟ — از رفتنِ او آب رواں زیر و زبر شد؟

از دستِ کہ برباد رود بندگئے ما؟ — وز رفتنِ کہ ختم شود زندگئے ما؟

این چیست کہ جاوید را بے نام و نشاں کرد؟

حالا کجاست او کہ بسے آہ و فغاں کرد؟

مسافر

وہ تھا ایک مسافر ——— زندگی سے بیزار اور چلتا رہتا تھا۔ زندگی کو ایک ختم نہ ہونیوالا

سفر سمجھ کر

صبح سفر ہے شام سفر زندگی کا ہے نام سفر

اُسے وشواس تھا کہ وہ اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ کر ہی رہے گا۔ سنسار کی کوئی شکتی اُسے اس ارادے سے باز نہیں رکھ سکتی۔ وہ کسی نامعلوم کشش کے زیرِ اثر چلتا جارہا تھا ——— آگے آگے ——— اُس نے ختم ہونے والے راستے پر ——— وہ بھٹکا بھٹکا پھر رہا تھا۔ کس لئے؟ یہ خود اُسے بھی معلوم نہ تھا۔ اُسے اپنے وجود کا خود بھی احساس نہیں تھا۔

لوگ اُسے کھویا ہوا سا دیکھکر اس کی طرف حیرت بھری نگاہوں سے دیکھتے اور پھر اُس کے چہرے پر تنقیدی نظر ڈالتے ہوئے کہہ اُٹھتے ——— "پاگل ہے!" اور وہ تھا سچ مچ اُن کی نظروں میں ——— ایک پاگل ———۔

بچے اس کی طرف دیکھتے تو ہنس پڑتے۔ جوان اُسے حقارت کی نظر سے دیکھتے اور کہتے "بیوقوف کہیں کا۔ ٹھیکہ لیا ہے چلنے کا" اور بوڑھے ——— وہ ذرا ترس ہی کھاتے اس کی اجڑی ہوئی جوانی پر ——— اور بڑبڑاتے رہ جاتے ——— "ناحق اپنی زندگی خراب کر رہا ہے۔"

وہ پاگل بھی تو نہ تھا۔ اُس کی سنجیدگی سے بعض اوقات اس کی صحیح الدماغی کا بھی پتہ چلتا تھا۔

عورتیں کنکھیوں سے دیکھ کر کہتیں۔ "اُف یہ جوانی۔ کیا حُلیہ ہے اس کا؟"

لیکن پھر بھی وہ حیران تھے۔ اُسے دیکھکر کیونکہ وہ حقیقی معنوں میں پاگل تو نہ تھا اور نہ تھا صحیح الدماغ ہی ——— بلکہ ایک عجیب ڈھنگ کا آدمی ——— کھویا ہوا سا ——— دنیا و مافیہا سے بے خبر ——— سنسار کے سُکھ دُکھ سے بے نیاز ——— لیکن وہ تھا کہ اپنی ہی دھن میں چلا جارہا تھا ——— منزل کو جاننے کے بغیر ——— اور پھر کبھی کبھی اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اُسے کوئی بُلا رہا تھا ——— مدتوں کا بچھڑا ہوا ——— چکور کی طرح صبح ہونے پر اپنے پیار سے ملنے کی آشا پہ ———

اپنی پھٹی چادر کے دامن کو نچوڑ کر وہ چلتا گیا ـــــــــ

بارش کے قطرے اُس کے ننگے سر سے اب بھی ٹپک رہے تھے۔ جواب تک اُس کے بکھرے اور کھردرے بالوں میں روپوش تھے ـــــــ بارش نے اس کا منہ دھو ڈالا اور بجلی بنی اس کی رہنما ـــــــ اُس گھُپ اندھیرے میں ہوا سائیں سائیں کر کے بھولے مسافر کی ڈھارس بندھا کر چلی جاتی تھی۔ اور اولے تھے ـــــــ اسے گیلی زمین پر پھسلنے سے بچانے کیلئے ـــــــ

اُس کے دانتوں کے بجنے کی آواز اولوں کی ٹپ ٹپ کی صداؤں میں گُم ہو رہی تھی۔ سردی سے ٹھٹھرنے کے کارن اُسے اپنے وجود کا احساس ہُوا کہ وہ تاریکی میں چلا جا رہا ہے۔ اور شاید بُلا رہا ہے اپنے رفیق موت کو ـــــــ

لڑکی ندی کے کنارے پانی سے کھیلتی جا رہی تھی۔ خالی گھڑا ندی کے ساکن پانی پر تیر رہا تھا۔ کچھ دیر بعد گھڑے کو پانی سے بھر کر کنارے پر رکھ آئی ـــــ مسافر قریب پہنچا تھا۔ گردن جھکائے سردی سے ٹھٹھرتا ہوا کچھ سوچ رہا تھا۔ دفعتاً گھڑا ٹھوکر سے دور جا پڑا۔ اُس کے منہ سے ایک چیخ نکلی اور سہم کر رہ گئی۔ اُسے غصہ آنے لگا۔ کہیں گھڑا نہ ٹوٹ جائے۔ اُس کی بوڑھی ماں یہ برداشت نہ کر سکتی۔ اُس نے گرج کر کہا ـــ "کون ہو تم دیکھتے نہیں ـــــــ"

وہ نہ معلوم کیا کہہ دیتی کہ پُر زور ہوا کے جھونکے نے اس کا گلا بند کر دیا۔ اور یکایک کڑکتی ہوئی بجلی میں اس نے دیکھا ـــــــ ایک مسافر ـــــــ سردی سے لرزاں ـــــــ لیکن شباب کے گناہ کی طرح حسین ـــــــ۔

اُسے محسوس ہوا کہ مُسافر کا دِل اِس نقصان کے لئے معافی مانگ رہا ہے۔ اور کہہ رہا ہے ـــــ "کشما کر دو گے مجھے ؟"

وہ تصویر کی مانند کھڑی رہ گئی ـــــ جیسے اُس کی روح بجلی کے ذریعے سلب کر لی گئی ہو اور اور جسم مردہ ہو ـــــ دیوار کے سہارے ـــــ وہ لڑکھڑاتی ہوئی بولی ـــــ

"آپ ـــــ آپ م ـــــ م ـــــ مسافر ہیں؟"

مسافر نے بولنے کی کوشش کی ـــــ لیکن لرزتی ہوئی زبان جواب دے گئی۔

"اس طوفان میں ـــــ" وہ سنبھل کر حیرانی سے کہنے لگی ـــــ "اوہ! سردی نہیں لگتی آپ کو؟"

لیکن وہ خاموش تھا۔ اور پھر نہ جانے کیا سوچ کر وہ جلدی سے آگے نکل گیا۔ وہ ٹھٹھکی رہ گئی۔ گرتی پڑتی اُس کے پیچھے دوڑتی گئی۔ کیونکہ مسافر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا اس کی زد سے دور نکل چکا تھا۔

"ٹھہرو ـــــ"

لیکن اس کی آواز اس شور و غوغا میں گم ہو گئی۔ جو طوفان نے پیدا کر رکھا تھا۔ آخر کچھ دور چل کر اس نے اُسے پکڑ ہی لیا۔ اور اس کے سامنے راستہ روکے کھڑی رہی۔

"سردی لگ رہی ہے آپ کو ـــــ آئیے ـــــ آج رات ـــــ"

لیکن پھر اس ڈر سے کہ کہیں مسافر پھر چلا نہ جائے وہ مصنوعی ہنسی اختیار کرتے ہوئے بولی۔

"م ـــــ میری ماں آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہو گی ـــــ آئیے ـــــ"

وہ ساکت تھا ایک بُت کی مانند اور تب وہ اس کی لاٹھی پکڑ کر آگے چلتی گئی اور پیچھے پیچھے ـــــ کسی سحر زدہ انسان کی طرح۔

گھر پہنچ کر وہ اُسے دیکھ نہ سکا۔

ایک بار وہ سندر سپنا دیکھ کر جاگ پڑا تھا۔

تھکاوٹ اور سردی کی وجہ سے وہ جلدی سو گیا ـــــ لیکن ـــــ لیکن شاید آدھی رات کا وقت تھا۔ کہ کسی کے گانے کی آواز نے اُسے جگا دیا۔

آؤ آؤ میری نگری - یہ تم کو بہلائے ———

بھٹک بھٹک کیوں پھرتے ہو تم - پاگل رے متوالے

اس جگ کی لیلا انوپم نیاری - انوپم باسی سارے

بستر ے کو ایک طرف چھوڑ کر وہ دیوانہ وار اُٹھا - لیکن دروازہ بند تھا - پھر اپنی جگہ آکر بیٹھا ستار کی آواز اب مدھم پڑ گئی تھی -

"پریت کی ریت ہے سب یاں جھوٹی - پریمی ہیں اُکلائے

آؤ آؤ میری نگری - یہ تم کو بہلائے ———"

اور اس کے بعد نیند نے یکایک اُسے اپنی آغوش میں لے لیا -

سو کر ایک بار اُسے محسوس ہوا کہ کوئی اُس کے ہونٹوں پر مہرِ محبت ثبت کر رہا ہے - وہ چونک پڑا - لیکن وہاں کوئی بھی نہ تھا - اُس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا اور گانے کی آواز پھر سے آنے لگی ؀

"آؤ کھول رکھے ہیں میں نے - پاٹ ہر دے کے سارے

آؤ میرے من کے دوارے - آؤ پیتم پیارے ! !

ایسا معلوم ہوتا تھا - کہ مسافر کسی کھوئی ہوئی شئے کو پاکر کھل پڑا -

مندر کی چیری کا سواگت - تیرے دل کو لبھائے

آؤ آؤ میری نگری - یہ تم کو بہلائے ———.

بھولے ہوئے خواب کو یاد کرنے کی کوشش میں وہ پھر سو گیا - لیکن پھر ایک بار چونک پڑا اس کے ہونٹوں کو کسی نے زور سے چوم لیا ——— وہ حیران تھا ———

اس نے اس راز کو سمجھنے کی کوشش کی لیکن وہ کچھ بھی نہ سمجھ سکا۔ کمرے کے کونوں کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ لیکن وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ وہ پاگل ہوا تھا ــــــ اُسے اُس میٹھے خواب سے کسی نے بیدار کیا۔ وہ اُسے ملتا تو ضرور کچل کر رکھ دیتا اُسے آج مدت کے بعد اپنا کھویا ہوا پیار واپس ملتا ہوا دکھائی دیا۔ اُس نے سونے کا ارادہ کیا۔ اور کافی تھکاوٹ کی وجہ سے وہ کچھ دیر بعد پھر سو پڑا۔

صبح جب اس کی آنکھ کھُلی تو اُس نے دیکھا کہ دروازہ کھُلا ہے۔ اور اس جھونپڑی کے دوسرے سرے پر بڑھیا بیٹھی کچھ سوچ رہی ہے۔ وہ حیران ہوا "سراب دیکھکر ابھی پیاسا ہوں۔ ایک سندر سپنا دیکھ کر پھر جاگ پڑا ہوں ــــــ"

وہ چاہتا تھا۔ کہ وہ کچھ سمجھ جائے۔ اُس راز کو جس نے اُسے تڑپا کے رکھدیا ــــــ لیکن وہ کچھ بھی نہ سمجھ سکا ــــ

اب روشنی بھی کافی ہو چکی تھی۔ سُورج سر پر آچکا تھا۔ مسافر نے جانے کی تیاری کی۔ وہ اپنے پھٹے کپڑوں کو بدن پر ایک دُلہن کی طرح سجانے لگا۔ کہ پاس والے کمرے سے اُسے کسی کے گانے کی درد بھری آواز سنائی دی جو رات کے گانے سے ملتی تھی ؎

پیا چھوڑ چلے کیوں برہن کو یوں "

....

لیکن سیڑھیوں سے اُترتے ہوئے اُس نے سنا کہ کوئی زور زور سے سسکیاں بھر رہا تھا۔ اور اب اُس کیساتھ ستار کی آواز کی بجائے رونے کی تڑپانے والی آواز مل رہی ہے ــــ

اور دوسرے دن گاؤں کے لوگوں نے دیکھا ایک مسافر اپنی زندگی کا آخری سفر طے کر کے جھونپڑی کے باہر سو گیا ہے۔

ویدو ویشو شور تھرڈ ایئر

رہنے دے

مجھے[1] اب بھی رہینِ امتحانِ ناز رہنے دے
ستم پر ہو ستم ظالم یہی انداز رہنے دے

مری مایوسیوں پر مجھکو تو مایوس کرتا جا
دلِ بسمل میں یہ نغمہ بہ سوز و ساز رہنے دے

ابھی اے مہرباں مائل نہ ہو نامہربانی پر
نہ چھیڑ اے جانِ جاں یہ قصہ اسکو راز رہنے دے

جفا کیشی ترا آئیں وفا کیشی مرا مسلک
یہی مذہب یہی ملت یہی انداز رہنے دے

مرے نالے مرے ٹوٹے ہوئے دلکی صدائیں ہیں
فلک کو بھی کوئی دن گوش بر آواز رہنے دے

اڑا کر ٹھوکروں سے میری ہستی کو مٹاتا جا
فضا میں ذرّہ ذرہ مائلِ پرواز رہنے دے

حکایت درد کی ہے درد قصہ ہی یہ طولانی
یہ افسانہ ہے طوفانی مجھے[2] اب باز رہنے دے

غلام ربانی خاں طوفاں

[1] اگر یہ غزل آپ ہی کے زورِ تخیل کا نتیجہ ہے تو اسکے تیور بتارہے ہیں کہ آپ مزید مشق بہم پہنچانے سے اچھے غزل گو بن سکتے ہیں (جاوید)
[2] جنون شوق کی رفعت کو تم نہیں سمجھے۔ محبت آہ ! محبت کو تم نہیں سمجھے جاوید

کشمیر یونکی پستی کے چند اسباب

بلسانِ نقشِ پائے رہرواں کوئے تمنّا ہیں۔ نہیں اُٹھنے کی طاقت کیا کریں لاچار بیٹھے ہیں

معلوم نہیں کہ کونسی ساعت میں انشاؔ کے تخیّل نے اس شعر کو لفظوں کا جامہ پہنایا لیکن کشمیر کے لوگوں پر اس زمانہ میں یہ مثال صادق آتی ہے۔ اگرچہ کشمیری لوگوں کا دماغ اور ان کی قابلیت ہندوستان کے دیگر لوگوں کی نسبت کچھ کم نہیں اور ان کا تخیّل اور عزائم نہایت ہی بلند ہیں۔ مگر عمل کے وقت یہ لوگ بے دست وپا بن جاتے ہیں۔ قدرت نے اس خطہ کے بارے میں بہر صورت جس فیاضی کا ثبوت دیا ہے اس کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اگر کشمیری لوگ عمل کے میدان میں اُتر آئیں۔ تو ترقی کے انتہائی مدارج طے کرنے میں اوروں سے گوئے سبقت لے جانے میں کامیاب ہونگے

ہماری قوم کو ایک عملی قوم بنانے میں نہ صرف ہماری دوں ہمتی اور کاہلی ہی مانع ہے۔ بلکہ چند اور اسباب بھی ہیں۔ جن کے تحت ہماری قوم روز بروز بجائے ترقی کے تنزل کی طرف جارہی ہے۔ مثلاً ہمارے ملک میں مختلف مذاہب کا جو غلط تصور قائم کیا گیا ہے اس نے بڑی حد تک ہماری قوم کو تنزل و پستی کیطرف

دھکیل دیا ہے۔ مثال کے طور پر اکثر پیروانِ مذہب اس بات کے دلدادہ ہیں۔ کہ وہ لکیر کے فقیر رہیں وہ جدید تہذیب کے کسی عمدہ شئی کو حاصل کرنے کے خلاف ہیں۔ وہ مذہب کو صرف گزشتہ رنگ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اگرچہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔ مدّت تک ہمارے ملک میں انگریزی تعلیم حاصل کرنے اور نہ کرنے کے سوال پر موافق اور مخالف آرا میں کشمکش رہی ہم میں ایسے اشخاص موجود ہیں جو قدیم لباس میں ذراسی تبدیلی کو مذہب کے خلاف تصور کرتے ہیں۔ مذاہب کے علمبرداروں کے کثیر طبقہ میں یہ خیال جاگزیں ہے کہ جو کچھ واقع ہوتا ہے۔ وہ سب کچھ تقدیر کے تحت پیش آتا ہے اس میں ہماری کوششیں کچھ بھی تبدیلی پیدا نہیں کرسکتیں۔ حالانکہ یہ ان کا ایک غلط تصور ہے۔ سچا مذہب درحقیقت وہی ہے۔ جو اپنے پیروؤں کو ترقی کے صحیح راستے پر گامزن ہونے کی ہدایت کرے۔

اس کے علاوہ رسم ورواج کی پابندیوں نے بھی اس قوم کی ترقی بہت حدتک روکی ہوئی ہے۔ اس پر طرّہ یہ کہ خاندانی وجاہت کا ایک فرضی خیال قائم کیا گیا ہے۔ اکثر صنعتوں اور حرفتوں کو صرف کمینہ لوگوں کا پیشہ قرار دیا گیا ہے۔ خاندانی لوگوں کو ایسے کام اختیار کرنے سے روکا گیا ہے۔ اور مفید ترین صنعت وحرفت سے باز رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

تعلیم یافتہ طبقہ عام طور پر اپنا مطمعِ نظر صرف ملازمت رکھتا ہے اور یہ طبقہ کوئی اور پیشہ اختیار کرنا باعثِ عار خیال کرتا ہے۔ کیونکہ قدامت پرستی نے ان کے رگ وریشہ میں یہ جذبہ بھر دیا ہے کہ اس قسم کا کام (جس کو سوسائٹی (Society) نے باعثِ ننگ قرار دیا ہے۔ اختیار کرنا معیوب ہے۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مغربی ممالک میں لوگ اعلٰے سے اعلٰے تعلیم حاصل کرکے بھی اس قسم کے پیشے اختیار کرتے ہیں۔ وہاں کسی صنعت وحرفت کو کمینہ تصوّر نہیں کیا جاتا۔ ایک اعلٰے تعلیم یافتہ نوجوان ایک معمولی... دستکاری میں کمال حاصل کرنے کے بعد ہزاروں اور لاکھوں روپے کی جائداد پیدا کرتا ہے۔

اس لئے ضرورت ہے۔ کہ ہمارے ملک میں عوام عموماً اور تعلیم یافتہ طبقہ خصوصاً کاہلی اور پست ہمتی کو چھوڑ کر اور مذاہب کو غلط تصور کر کے اور سماج کی فضول بندشوں اور قوم کے عائد کردہ فضول بندھنوں کو توڑ کر ملک سے جہالت کو دور کرنے کی کوشش کرے: تاکہ ملک سے موجودہ افلاس دور ہو کہ یہ قوم پھر ایک بار ایک عالی ہمت قوم ثابت ہو۔[1]

محمد شفیع گوجوارہ فسٹ ایئر

چاند

یہ نظم شیلے کی ایک نظم کا آزاد ترجمہ ہے اور انٹرمیڈیٹ کورس کے صفحات کی زینت ہے۔ چونکہ نظم بالکل ترجمہ ہے۔ اس لئے میں اسے اپنے عزیز دوست جاوید صاحب کے پاس اس غرض سے بھیج رہا ہوں کہ وہ اسے پیر تاپ کے صفحات میں جگہ دیں ممکن ہے کہ اس انٹرمیڈیٹ کے طالب علموں کو کچھ فائدہ پہنچ سکے۔ (ناز کی)

(۱) درد سے پیلی پڑی اک پیکرِ حسن و شباب
جس کے دل میں شعلہ پرور ہے جنوں کا التہاب
پھر رہی ہے منہ پہ ڈالے پتلے ململ کا نقاب
شدتِ آزار سے کرے میں رہنا ہے عذاب
اس طرح دھندلے افق سے بڑھ چلا ہے ماہتاب

آسماں کی راہ نوردی سے تجھے انکار ہے
یا زمیں پر دیکھتے رہنا تجھے دشوار ہے؟
صحبتِ ناجنس ہے انجم سے ملنا عار ہے
یا وفا کی جستجو میں زار ہے بیمار ہے
زردیٔ روئے رخ سے ہویدا کچھ نہ کچھ آزار ہے

[1] ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد (جاوید)

تصویر کے دو رخ

تنگِ تخلیق و نازشِ تخلیق

نیلی۔ نیلی صاف وشفاف سڑکوں سے دُور شہر کے ایک تاریک گوشے میں ـــــــــــ گرد وغبار اور دُھویں کے کثیف ماحول کے درمیان ایک پرانا سا مکان ہے۔ جس کی ٹوٹی پھوٹی اور شکستہ دیواریں چشم شاہد کو صدیوں پہلے کی تاریخ یاد دلاتی ہیں۔

بیرونی دیوار کے ٹوٹے ہوئے دروازے کے پیچھے منوں مٹی پڑی ہے۔ جس کے بوجھ سے شکستہ کواڑ کے تختے بے ترتیبی سے آگے پیچھے گرے ہوئے ہیں۔

آثار سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کبھی ـــــــــــ جب یہ مکان بنایا گیا ہوگا۔ تو اس میں رہنے والے اس دروازے سے آیا جایا کرتے ہونگے۔ مگر اب ـــــــــــ اس میں آنے جانے کے کئی راستے ہیں۔ زمانے کو ثبات نہیں ـــــــــــ رستدادِ زمانہ کے ہاتھوں... دیواریں جابجا ٹوٹ کر دروازے بن گئی ہیں۔ اور دروازہ اینٹوں۔ پتھروں اور مٹی کا مزار بن کے رہ گیا ہے۔

مکان کے اندر ـــــــــ ایک کونے میں ٹوٹی سی چارپائی ہے۔ دوسری طرف مٹی کی ایک ہنڈیا۔ ایک چراغ، ٹوٹے پھوٹے برتن، ایک بڑا سا مٹکا، ایک چوکی، کچھ کثیف کپڑے اور ایک پانی کا گھڑا، جس پر کہیں کہیں کائی اُگی ہوئی ہے۔ پڑے ہیں۔ اُداس اُداس اور سیاہی مائل دیواروں پر جابجا بوسیدہ چھت سے بارش کے ٹپکے ہوئے پانی سے بے ترتیب اور اُلجھے اُلجھے نقوش بنے ہوئے ہیں۔ اس مکان میں ـــــــــ اس تاریک گڑھے میں، ایک شہزادی رہتی ہے۔ ـــــــــ وہ اکیلی نہیں ـــــــــ رنج و غم اُس کے ہمنشیں ہیں ـــــــــ یاس و قنوطیت مونسِ و غمگسار۔ اور صبر و قناعت اس کا شیوہ۔

زردی مائل چہرے کی مایوسانہ آنکھوں میں خونِ آرزو جھلک رہا ہے۔

بھرائی ہوئی آواز ـــــــــ تھرائے ہوئے ہونٹوں اور لرزتی ہوئی زبان سے ٹوٹ ٹوٹ کر یہ کلمات نکل رہے ہیں ـــــــــ میرے ـــــــــ اللہ ـــــــــ بھگوا ـــــــــ ن ـــــــــ

یہ عزت کی شہزادی ـــــــــ مفلسی کی دیوی ـــــــــ صبر کا مرقع ـــــــــ مظلومیت کا پیکر ـــــــــ قناعت کا مجسمہ ـــــــــ بیچارگی کا سراپا ـــــــــ بدنصیبی کا شاہکار ـــــــــ واژگوں بخت ـــــــــ تباہ حال ـــــــــ فاقہ کش ـــــــــ خدا پرست ـــــــــ نازِ تخلیق و نازشِ تخلیق ؟

سیاہ بل کھاتی ہوئی صاف چمکدار سڑک کے کنارے ایک فلک بوس ایوان ہے۔ جس کے ہر مربع سے ظاہری عظمت و شوکت ٹپک رہی ہے۔ چاروں طرف پھولوں کی خوبصورت کیاریاں اور خوش نما روشیں بنی ہیں۔ ڈیوڑھی میں موٹر کھڑی ہے اندر زنگارنگ کے ایرانی قالین اور بھاری قیمت کے پا انداز بچھے ہیں۔

دروازوں اور دریچوں میں ریشمی پردے ٹنگ رہے ہیں

مخملی صوفوں، گدیلے دار کرسیوں، بیش قیمت میزوں اور دیگر فرنیچر کے علاوہ ایک طرف خوش نما پیانو پڑا ہوا ہے۔

اس کے مقابل دیوار پر مس نغمہ جان کی تصویر آویزاں ہے۔ Mantle piece پر ایک خوشنما اُلبم ہے۔ جس میں دنیا بھر کی حسین عورتوں کی تصویریں لگی ہیں۔

الماری میں شراب ہائے رنگا رنگ کی بوتلوں کی قطار ہے۔ جس کے پاس ہی ایک میز پر چند بلوریں جام اور کنٹر رکھے ہیں۔ یہ بھی ہے اور وہ بھی۔ غرض جملہ سامانِ عیش مُہیا ہے۔

پردہ سرکتا ہے ——— اور ایک خوش پوش جوان ——— مُنہ میں سگار دبائے اندر داخل ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک نوجوان حسینہ آئی ہے۔ دونوں صوفوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ ——— شراب کا دور چلتا ہے۔ اور دونوں مستی و بے خودی میں ہم آغوش ہو کر دادِ عیش دینا شروع کر دیتے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ دنیا میں غریب ——— قلاش ——— فاقہ کش ننگے بھوکے، اپاہج، مصیبت زدہ اور بیکس لوگ بھی رہتے ہیں۔ جنکی مدد کرنا ان کا اخلاقی فرض ؟........ نہیں۔ نہیں ——— ان ہوا و ہوس کے بندوں اور عیش و عشرت کے پرستاروں کی دنیا ——— ساقی، جام، شراب، تعیش، اور نغمہ تک ہی محدود ہے۔ غم و اندوہ کی جلن اور یاس و الم کی کسک سے ان کے سینے بے داغ ہیں۔ بیشک ان کے سینوں میں دِل ہے۔ مگر اس میں محبت نہیں۔ ہوس ہے ——— بے مہری ہے ——— حرص و آز ہے ——— اور بس

ان کے دن گناہوں کیلئے اور راتیں پاپوں کے واسطے وقف ہیں۔

یہ ان کا مرغوب مشغلہ ہے۔ ہُیں تو یہ بھی انسان۔ مگر درد ناآشنا، بے حیا، ریاکار، تعیش پسند، فریبی، جھوٹے مکار، حرص کے بندے، ابلیس کے پرستار۔ خدا فراموش ——— ننگِ تخلیق۔

——— راجہ ڈھیرو خاں (امیر پوری)

دیکھے ہیں

دلِ شکستہ میں اپنے وہ داغ دیکھے ہیں
جو گل کبھی نہ ہوئے وہ چراغ دیکھے ہیں

جنونِ عشق میں تفریح جن سے ہے دل کو
وہ کوہسار و بیابان و راغ دیکھے ہیں

نظر کچھ دور سے آتے ہیں آج وہ ویراں
ہرے بھرے جو کبھی ہم نے باغ دیکھے ہیں

جو آج پستیٔ قسمت پہ اپنی روتے ہیں
وہ ہم نے صاحبِ عالی دماغ دیکھے ہیں

سرور و وجد کی حالت میں بارہا ہم نے
شرابِ ناب سے خالی ایاغ دیکھے ہیں

فراقِ یار میں اعجازؔ کھا نہ غم اتنا
ہے کون جس نے نہ گلہائے داغ دیکھے ہیں

اعجاز

کشمیری پنڈتوں کا سالِ نو

(ہاری پربت کا ایک سین)

پربت کی چوٹیوں پر یہ آج کیا سماں ہے
کتنی رنگینیاں ہیں کیا اوجِ عز و شاں ہے
دیکھو جدھر کو خلقت شاداں رواں دواں ہے
بچے ہیں عورتیں ہیں بوڑھا ہے نوجواں ہے
اہلِ ہنود کو ہو یہ سالِ نو مبارک

پھولوں کے ہار لیکر سستائے جا رہے ہیں
معصوم دیویوں پہ لٹکائے جا رہے ہیں
پست و بلند پر سے بل کھائے جا رہے ہیں
آشا ہی دلوں میں بسو لئے جا رہے ہیں
اہلِ ہنود کو ہو یہ سالِ نو مبارک

ہے کیا عجیب منظر رنگین ساریاں ہیں
تانگے ہیں موٹریں ہیں سائیکل ہیں لاریاں ہیں
حسنِ خداداد کی یارب! کیا پختہ کاریاں ہیں
ویرانے میں نمایاں خوش کن یہ کیاریاں ہیں

اہلِ ہنود کو ہو یہ سالِ نو مبارک

عالم سکوت کا ہے خاموش ہیں ہوائیں
ہر دل پہ بارِ حسرت ہر لب پہ سرد آہیں
رہ رہ کے آرہی ہیں گھنٹے کی وہ صدائیں
طاؤس تو بھی سُن لے کہتی ہیں یہ فضائیں

اہلِ ہنود کو ہو یہ سالِ نو مبارک

مغرب کے رہنے والو یہ سرزمیں ہماری
نظروں میں اہل دل کے کیونکر نہ ہو گی پیاری
بندہ ہے مادیت کی یہ مملکت تمہاری
اہلِ وطن ہمارے اللہ کے پجاری

اہلِ ہنود کو ہو یہ سالِ نو مبارک

طاؤس پاہنوری ۔ بی ۔ اے سٹوڈنٹ

سون کاشُر بوگ نیرِ کاشرن ونن ظلوہ نا علمہ سِتن غافلن نندرہ متھن وزنادہ نا

طاؤس

کاشُر بوگ

نگران

پروفیسر پی۔ این قاضی ایم۔ اے

ایڈیٹر

طاؤس بانپوری بی۔ اے سٹوڈنٹ

(حجازی پریس لاہور بیرون موری گیٹ لاہور باہتمام پنڈت کاہن چند سٹر پبلشر و پرنٹر چھپیا)

فہرست مضامین

کاشُر بوگ

گوڈنِچ کتھ (ایڈیٹوریل)

ازکِس کاشرِس بوگس منز چھ سٹھاہ کوشش کرنہ آمٕژ اَمِس شاندار بنٲوِنس منز۔ مے چھ سٹھاہ خوشی سَپدان کہ سون "کاشُر بوگ" چھُ دوہہ پتھ دوہہ ترقی کران۔

ازتام آس۔ پروفیسر ٹھوس صیب سانہ سکٕتنک سرپرست۔ افسوس چُھ کہ تہندہ ادبی دلچسپی نش گو "کاشُر بوگ" محروم۔ مگر سیٹھی چھُ خوشی ہُند مقام کہ پروفیسر پ۔ این "قاضی صیب" ہیو اکھ ادبی خدمت کرن وول شخص سپد "کاشرِس بوگس" ہیس۔ اُمید کیاہ یقین چُھ کہ تہنزہ سرپرستی اندروانہ "کاشُر بوگ" تھدِس درجس ووتھ۔ نہ کیازِ یتھ منز یم یوسہ دلچسپی نوان چھِ، سو چھےٚ یہ کہ آیندہ ترقی ہنز دلیل۔

کاشرن پزہ زیادہ ترپنٕنہ کاشرِ زبانہ ہنز خدمت کرٕن۔ انگریزی۔ اردو، فارسی، سنسکرت بیہ بیہ زبانو خوتہ چھُ تہندہ خاطرہ لازم پنٕنہ کاشرہ زبان ہنز ترقی یژھن۔ مے چھُ سٹھاہ افسوسہ سان یوان وَنُن کہ سانن تعلیمیافتہ کاشرن چھُ گژھان ہنک کاشرِس منز زہ سطرہ یا ترہ سطرہ لکھنہ، پنٕنہ زبان چھ دِچھان سٹھاہ نچہ نظرہ۔ اگر زہ زَن یا ترہ زٕنُن سمن گُنہ جاے، ممکن چھا زِ یم کرن کاشرِس منز کتھ۔ انگریزیس یا اُردوس منز چھ یوان یوزنہ یمن ٹرہ مزہ، بہ نسبت کاشرکہ، بہ حالت اگر قایم روزہ۔ کاشر زبان بجاے ترقی کرنکہ گژھہ دوہہ

دوہہ پت، یوتاں ممکن چھُ اسہِ پرٕہ پننہ زبان ہند خیال نھُون تہٕ امکہ عام روزنُک لحاظ تھوُن۔

کاشرس منز فارسیک ملاوٗ آہنگُک چھُ اسہِ پھٹھ بُڈ الزام۔ کاشرہ زبانہ منز چھ فارسی زبانہ ہند کنہہ الفاظ تتھ پاٹھہ عام گمت کہ تم نبر کڈنہ سیت سپدنہٕ صرف معنیس منز فرق۔ بلکہ کاشرہ زبان منز سپدہ سورٕ نجُھنی دوٗر۔ یوسہ فارسی الفاظ اتھ منز سپدہ کران چھ۔ یم تہٕ چھ تم فارسی الفاظ یم عام فہم چھ۔ اس ہکو وارہ وارہ امہ پننہ زبان منزہ نبر کڈتھ (حالانکہ تتہ چھ ناممکن) مگر اکی وقتہ فارسی الفاظن یا بیہ کنہ زبانہ ہندن الفاظن ہند یم کاشرس منز عام آسن گمت نبر کڈن چھ مشکل۔

"کاشرس بوگس" مضمون نگارو منز چھُس ہو خاصکر محی الدین آمحی صبین سٹھاہ مشکور۔ یمو زن "ڈرامہ" یا "پاتھر" قایم کرتھ اکھ نیو ممکیاہ پیدا کر۔ باقی مضمون نگارن تہٕ یمو زن ہنز قیمتی وقت ضایع کرت چھ مضمون مرتب کرمت چھُس بو شکریہ ادا کران

اسہ چھ زیادہ نظمو خو تہٕ نثرُک ضرورت چنانچہ لکھنُن والیٚن چھ زیادہ تر یا غزل لکھاں یا بیہ بیت لکھاں۔ بو چھس ہین التجا کران۔ کہ تم کرن آیندہ کوشش نظمہ خو تہٕ زیادہ تر نثر لکھنچ۔ گوڈہ گوڈی سدوی سدوی لکھنُن۔ پتہ پیک ہیتن ہُند حس۔

کینچو دوہاتو کن آینہ وار یاہ مضمون دِنہ۔ امید چھ کہ آیندکس اشاعتس منز ین تم ہاری چھپاونہ۔

طاؤس بانپوری

گرگی پانھر

گروس (دارہ پیٹھ بہت گرو اجنہ کن نظراہ کرت) چہ کیاہ چھُی اُزتھس پیٹھ بوم پشپان۔ بورہ سید و ذرت

چھک نستہ کنی کتھ کران۔ پرگونا ای یتہ ہٹھ چانہ کمرہ پٹھ لوُر دچھ تتہ پٹھ وچھک چہ مہ دوہہ خونہ دوہہ منان۔

زنانہ (وُش تراوت) پیہ ہی سے گرہ پیٹھ تہ فکرہ ترى۔ کھئی کھئی چھک میش ہیوی گمُت۔ گرگ اندر

چور زانن تمے ییمن گرہ پیٹھ پیو۔

گروس (اُمن درہ دت) اُو۔ تہ مہ گتہ چھ خبر چہ چھی سکھن ڈیس گمت۔ بیہ کھنہ منزہ آمُت ودکس

مہ آس خبر سدِس کلس چھُو خدا راضی۔ مگر منزہ انجہ گتہ چھُو گیُو کھسان۔

زنانہ۔ (اُتھ لدت) ژہ کھالزہے ہجہ انجے۔ بو تہ ٹکہ کہا یمہ وُندہ منزرہ نشہ۔

گروس۔ (اسان اسان) یہ وُندہ منزر چون چھُو کس۔ مہ دوہس تہ، اتس رتھ نیران تہ چہ گرہ بہیت

گُکر چھان۔ امہ خونہ ستم کس۔ مہ چوکیدار مانہ لکہ رُتہ لور لیُوسیت ماز چٹان تہ ژہ گرہ بہت نُون دُہن

رہ سیر دونُن کتان۔ امہ خونہ کُس وُندہ منزر۔ مہ قرضدار ڈوریو منزہ رٹ، رٹ، انت مچلکہ ہوان

تہ چ ———

زنانہ (کتھ چٹت) چہ وَدان کیاہ بنیوم۔ یتھ خاوندہ لش مُنڈ آسوُنی جان۔ مہ نہ گرگنت نہ بانت اُدرسے

آدِ ڈکس درہ لدت۔ زَن چھُس تھس پٹھ ہوُن مورمُت۔ بو آسس پنی دوہس پہرس منز گلہ داوہ سیت

ہارہ کاہ گنزراَن۔ تہ یہ آم چائے منگنہ۔ گڈٕہ چھلٕرِ ہے اَتھ ہتھ پتہ چایہ رسر پانس چین آسس نہ چۆن ھے

بوکٕت زانس سنز آیس وٕلنہ۔

(یہ ونت چھ تھدٕ وتھان تہ کنز دیوبانو اندرہ چھ اکھ پرٕان اَنٹ پُھٹراوان۔ چکھ مور نہ خاطرہ)

گرٕوس۔ (ناستہ نکاہ کرِتھ) پُھٹراوان چھ یکپی آسم کرالہ سنز دُگرائے۔ ننہ کیاہ مینس زمینس چھ ہے ننائی گُھاں۔ مگر کرہ کیاہ ہنہ آس تہ مینہ راہ (دماہ دِتھ) گگرکون ییہ ملکس تہ میان خاندانِ ہیہ ہتھ ہتھ وہن۔ دُنیا منہ چہ نہ نانہ مکلاون ہاکس چور نہ کی سنز موج چھ نوروزپر چھنہ نیران۔ یتھ زن ہاکہ بیول ہیہ نہ (بیہ ذرا تھک دِتھ) ہا یارو ولو وہ کیٹ صفت بو۔ ییتہ خانہ دار نہ ہیند۔ چایہ سیر انہ گڈُم تتھ ترہ دُوہ ننہ روپے انتہ نصف ترھنہ تراوتھی۔ کیا زہ تہ چھو آسان امسند کیٔن ہٹہ نون۔ نلہ پاح انہ تہ کریس کُنی دوہ کیھچر۔ دٕزم وُر دکرِتھ تہ سرس پلوانہ تہ گڈٕہ کھسنہ پیندی۔ گرٕکھنس تہ چھس نہ نگان رچھنوی۔

زنانہ (اکلہٕس شوٕرس شوٕر ملہ نادنہ خاطرہ چُھٹ ہنھ) بڈٕہ نانہ ہیندہ وقتہ چھے مرزٹ اکھ سود رچھ۔ سوئی اوٗرِ گُھی نہ اوٗر ننہ۔ مہ دچھ ہمیشہ یتھ گرس منز نادنی۔ انلنس نیابس کیاہ گرٕہ۔ ننہ بوتہِ اکس اکس امیرس سنز کور

گرٕوس۔ اکلہ پُوتس تھپہ تراوِتھ) ادتہ اکھ منز کیاہ شکھی چھو۔ تم گیہ نہ امیر تم گانده ٹھول راوِنس بیٹھ ترین ودہن چانگوی چھنہ زالان۔ یہنز دُوہ کھسِتھ انسان ہینچہ گرٕھ۔ تھندہ گرے ہینس مرہ رتہ رچھہ خاطرہ۔ امہ خوتہ کس چھسہ دُنیاداری.........

زنانہ۔ (شرارتھ سیت دندچاپِتھ) ہو چھ ہاونہ ہین کینچھاہ چھ دریس منز دانس[20] وہ خار درائے تہ گنوہ[19]

خارنیبہ ہے فرضدا روی ۔ تمنی بہرو کھنہ اکھ کتھ وننس ۔ چیٹے بنیا نبہ نہ فلس ژور ترک نچوس سُندر کرنہ خاطرہ ۔ امہ
خونہ کیاہ شکس ۔ زُٹھ ہیوی نچو وا تُوی ستہ وُہرنہ وتہ چھوئی نہ اسنترہ بجائی ہُند خیال کے ۔ لُوکھ چھنَن ناتھوکہ اکس
ہانچہ کرلیس چھُپنہ ہیَن گُنہ ہنن گنڈہ وَاٹھ گچھان ۔ اگرچہ آسہی لوکن منز لوکن منز قدر تھوئن نہ یہے کوم کرہک
گُنسی ہنس جہپن ہس مینگتمس وُچھ وُچھ اَدیزان............

گروس (اچاسا کرت) گوناچہ چھی یہوی ستم ۔ وُنہ چھُنہ سہ ہنہ خاندرُک بارنکھ پٹھ وسان نہ یہ چھم ہیاک
چنڈ گران ۔ باپار اسم تمہ ورہہ مکاپس وُہن خارُن یتھ نشرطس پیٹھ وَڈ دِرچ مُچ ۔ کہ پرت خار منزہ تراوَس
اکھ اکھ روپے نقعس پٹھ ۔ ازگیم نترُوہ[۲۳] ورہی نکھ وَالان ۔ ہرت وَرہہ چھم اَٹھن آٹھن نوَن نوَن خارن وڈھیان
نتھ چھُم بازرکہ نرخہ موجب برونٹھ اکس وَریس پیٹھ وڈچاران ۔ یہ کنہ پرت ورہہ چھُم ڈورہ بنان نہ بابارس نقعس
پٹھ ۔ بلکہ نفعہ منزہ نہ چھُہو اُڈو پرے روزان ۔ نہ کھٹ زاہ میانن نترُوہن[۲۳] براچن پٹھ اگھ نرکھاہ ۔ نہ نہ نیبایہ سہ
خارشیٹھ مرہ گُنہ وَریہ یتھ زَن اکی ئسانہ ملکھہ سوا ایم ماکسی منز دواکرنس پیٹھ تیار ۔ شکستہ کرواوہ چھُہو وکھُل
نِیھٹان ۔ اکِہ شہ ہمنہ نِشہ اُوسس نہ وُنہ موکلان نہ یس آوچار شتہ وہرس نچوس خاندر کرنگُ (باقی آیندہ)

(محی الدین پرے نہر ڈایر سٹوڈینٹ)

سہ چھہ امید کہ مضمون نگار تھی مضمون لکھنیچ کوشش کرن نہ سانو کاشر لوگ واتہ عرشس پٹھ (مسلیر)

شینجہ سُند کارنامہ

(پتمس سبہت)

اَکِہ دُوہہ دپو شینجن پننہ ماجہ کُن۔ "ماجی امہ وُننہٕ زنانہٕ گَنڈھ پاٹھ چھ کران ٹھٹھ" ماجہ وُنُونس پترہ کنہ پھُل ہنالائی کینسہ زنانہٕ نشانہ مارت۔ تتھ چھ ونان ٹھٹھ۔ خیر شینجن تہو یہ یادی۔ صبحس یلہٕ سُنت پھُل نہ آفتابہ کھتو۔ ساری لُوک وَنھ نندرہ۔ زنانہ ورایہ یارہ بل کُن اَتھہ بتھ چھلنہ، تہٕ شینج نہ گوہوشیار ہیپی کالچ کتھ یاد۔ وَرادُر اُچھ مُران یارہٕ بل کُن۔ بیوٹھ زنانن اندہ کنہ زاگ ہت۔ شاید آسہے سوچان کہ کس اَمس کرہٕ ٹھٹھ زنانہ گیہ سارے پننن پننن گرن صرف روزیارہٕ بلس بیٹھ اکہ زنانہ۔ شینجن لبو موقعہ وُتھو نہ تلُمن ترہ چوُر ترک کُن لاین اَمس زنانہ لاینِ اَمس زنانہ چورہ پاٹھ کلس زنانہ پیہ تپھر تہ مویہ، شینج آوُ گرہ اُسان تہ گندان۔ وٹہ چھینان چرہ ہپ کران۔ ماجہ پرژھوس سبب۔ دپونس مہ کیاہ بِن کُراکس زنانہ پورہ ٹھٹھ۔ کنہ پھُل لامس کلس ترہ چوُر ترک، تمس گو غضب ٹٹ انچار تتی مویہ، پچھنے یی دُولہ ہاوے، غرض یہ شینجن سبیت، تتہ وُچھن سہ موتہ مچ۔ سبحان اللہ! خدا کیاہ چھو یعنے کھرن دوان نرتہ نرن دوان کھر۔ وُچھتو امہ بے وقوف گبرہ سنترہ داناہ ماجہ کُس تدبیر کرِنچوس بچہ اونہ خاطرہ۔ گڈنی چھین یہ زنانہ شینجس تھی کریرس۔ مگر امسِ یتہ چھینہٕ دریادس اَمہ کریوہ منترہ کڈِت۔ کالچنس تنگ شینج۔ امہ کرکاماہ اَنہٕ شیرینیہ ترکھاہ۔ چھکن جایہ اَنداندہٕ خیر صُبحس وُتھ شینج سُلی۔ گوجیران یہ شیرینی وُچھت، ماجہ کُن دپن۔ ماجی یہ پھی شیرین دپونس یہ ہیا پیاو راتھ کُٹ شیرینیہ رُود۔ مگر تقوہ کُچھ بھر بھر۔ خیر اَمس زنانہ لگ مُول نہ موج زہانڈِ یہ۔ اکس بِس لگو پرچھنہ۔ شینجس تہ پرچھوک آم دپونک رات کُر تمس پورہ پاٹھ ٹھٹھ تہ مویہ۔ پکو بوہا وہو نو۔ واتناون کریرس پتھ

ڈُپونک بوکھالن پانے۔ کڈن پلوتہ وتھ ننگے اتھ کریرس عنز۔ زن آسو وادُونٹ ہاپٹ۔ کریرس کُن نظراہ کرِتھ وُنونک تمس چھاسہ لٹ۔ بموزان و انکہ لٹ ڈیوہس اہنسہ۔ ڈپونک تمس چھاسہ چٗور زنگہ۔ ڈپونک تمس چھاسہ حیتھ بموزانُ کلکُ مس۔ ڈپوہس اہنسہ۔ وتھومنز تہ کھاجن مکھس ہچھ۔ مُوریح ژہاوُرج۔ ڈپونک یہ کیا۔ سہ مار یا یہ رتمی دوہہ یلہ شیرنیہ ٹُودپیاوٗ۔ سارٕوی وتس کلسی کلسی ژنجہ ڈپوہس بے عقلہ شیرنیہ رُوٗدچھا ژنان پیومُت ژاہ تہ وُن پیہ از۔ مگر شیخ چھوک کرانُ قسم ڈپان چھُوک توہہ چھوہ نہ خبرے ممکن تھوہ کوٗچھ بھرٕبھرٕ۔ نوہ کتہ آسوہ نصیب والِ۔ تموزان کہ بے عقلس چھُوکھم تانِ پھرِدمُت

(باقی آیندہ) غلام احمد فاز کولگامی ایف۔ اے سٹوڈنٹ

ٹھٹہ بکر

۱۔ اکھ زہ دربدر آسن پھیرِن گامن منز تہ ٹرونان تہ یدٕپالان۔ اکہِ دوہن چاہ اکس گرس منز تہ ہتنک ٹر ونِن، اکھ وتھبس ھے زہ مابوزُمت رات شامن آسمانہ کنِ چنوچنوٗ، دوٕیم ٹرباز وتھس اہنسہ سو اُوس گانٹھ نیومُت ہونہ بچہ۔ یلہ دوُن صُبحن یم امہ گامہ درائے تہ دوٕیم زُن وتھس بابا نبا سہ چھوسی نہ شریک آسمانی ٹرن۔ مہ ست چھی شرا کت زمینی ٹرن۔

۲۔ اکھ نوجیاہ اکھ اگ گرکن دپنہ۔ بوزوہ سہ از کیا چول مہ ارمان۔ دُشمنن چھیُم زنگہ زہ۔ اکھاہ وتھس ھے کلہ کونہ چھوٹنہس۔ جواب دُنُس، سو ہسہ اوسُس بیہ زن چھوٹمُت۔

کاشر پرٚچھ

۱- کنجہ رُس میوہ کیاہ (نون) ۲- یام زاؤ تام کھوت کانی پیٹھ (وُتھ) (۳) اگہ مشید تہ دہ دروازہ اُدرہ آو رازہ چوٹن تہ پوٹن (کھین) (۴) سَرَس اندر مامنِ پیایہ خبرہ گیس تہ چوپ ہینہ آیہ (جوٗور) (۵) ترہ زونگ ترہ موس - یم ٹلکس نیائے کوس (ترکریا ترازو) (۶) ویُس گچھے ولسہ نٔش منزہ چھس دوس (زٔہ اچھ تہ نس) تلِ تلی تلاو تلی مہاراج صیبن گرٕچلی (اگاڑہ) (۷) ہیرہ وچھ ہیٹ برپچہ رٔٹ (رگنگٔن) (۸) ہیرہ دُتھ پنڈت وُزل جامہ گنڈِت (مرچہ وانگن) (۹) کھتس منز مازکوٹ (زریوٗ) (۱۰) لراہ لرم ترانہ دار تجم تھدلچی ہار (دستار) (۱۱) ونہ وچھکھ بومبالی وتہ رٔٹہ کھئے ویشنہ مالی - پوزہ کرہے بٹہ مالی (جنگلی پنبر) (۱۲) نیچہ واجہ سفید کرانگ (آسمانس ٹھچہ تارُک)

گردھاری درشن تھرڈابر

باقی ازرٔشہ

۳- اکہ شخصا اوس نماز پران دُعا منگن خدایا مہ دِزہ جنت : زنانہ آسس نپہ کنہ بوزان - دُپنس خدایا مہ دہ مہ منزہ نصف، امِس شخصص کھوت شرارت منگن خدایا مہ دِزہ جہنم - بہ وچھس خدایا مہ دِزہ پناہ - مَرد وُچھس عجیب شرا کنہ چھک کران - آرامس منز نصف تکلیفس ؟ نہ کہنہ -

غلام محی الدین کاک تھرڈابر

گرٛوس

{ پٔنٛژٕمس سیت }

پوٗٹھکن وٕنٕنہ برونٹھ دِمہٕ بۆ کیٚنٛچن اعتراضن ہنٛد جواب یِم زن (بڑہ افسوسہ سان چھ ییوان وَنن) اَکھ میان مکرّم دوستن (ایم۔ ایل فسٹ ایئر) گروس مضمون میگزینس منٛز چھپاونس پتہٕ پننس اکس ژٹھیس مضمونس منٛز اشاعتہ خاطرٕ آسی دِژمٕژ۔ مےٚ چھُ افسوس کہ تِہنٛد یہ مضمون آسو وٕلیلوتہ ثبوتو نشہٕ سٹھاہ دوٗر۔ ذاتی حملہ بغیر آسو نہ کہنہ مقصد، یُہنٛدِ یہ مضمون چھپاونس منٛز۔ برونٛٹھمن میگزینن منٛز تہٕ چھ مے پرت جایہ وُنمُت کہ میوٗن مقصد چھُنہ ہرگز پننن شہری بایَن پتہٕ کُنہٕ قسمُک حملہ کرنُک۔ مےٚ چھُ صرف ہاوُمُت کہ بچارٕ گروٗس کمہٕ قسمٕچ زندگی چھُ بسر کران۔ یہ چارٕ چھنہ بیوقوف چھُنتہ بلکہ چھِ تِم چارٕ تہ بے وقوف یِم اَمس اِمہِ نظرٕ وُچھان چھِ۔

مےٚ چھُ سٹھاہ ہمدردی پننس دوستس سیت، تِہنٛد سو مضمون ہِکھنہ چھپِتھ پننہ ہیٚنتہ، بلکہ یو یمیہ صورتس منٛز۔ گڈٕ نِتھی چھُ یِم لکھان "........خالی تعلیم سرٕ نہ سیت تہٕ بیہ نیٚنس ناوس سیت ناو بڑھاونہ خاطرٕ اکھ عجیب تخلصاہ ملہ ناو نہ سیت چھُنہ صحیح پاٹھن انسان بنان۔ تِمن شخصن ہنٛدٕ خاطرٕ چھُ یہ مضمون یوان درج کرنہ۔ تاکہ یِم تارن پانس فکرہ کہ دنیاہس منٛز چھِ قدرتن ہر اکھ جماعت تِتھپاٹھ پیدہ کرٕمٕژ۔ تِتھوٕنہ اکھ اکس نٕنٛد مددٕ بغیر تِم ہیٚکن زندگی بسر کرِتھ........"

حضرت! یہ نہ ہنرٕ کرٛوٗنہ تہٕ اکھ پوشیدہ کثفا ظاہر۔ یہ ہنر چھُ دُدٕ دہ شُرس تہٕ خبر کہ اکھ اکسندٕ مددٕ بغیر ہِکھنہ کانٛہہ جماعت دنیاہس منٛز زندگی بسر کرِتھ "گروس" مضمونس منٛز چھُ ہنرامہ قسمٕچ ذکر آمُت زانہہ کرنہ "........ مگر زیٚن لاگنہ خیطرٕ چھُ یِم شہرکِن کُن محتاج۔ نزکیا زہ تیولس نامت کھارٕ سند مدد تِمن سبیت آسنہ

تم کتھ کِن ہِکن تم اوزار فراہم کرِتھ، یموسیت یم زمین وٲپن تمہِ پتہٕ تتھ منز داندٕ وٲین۔ آبہٕ آرو خاطرٕ تہٕ چھُو کھارٕ اسباب یِہ شہر کِن تعلیمیافتہ لُوکن ہُند ضرورت ...."

یم الفاظ پرِتھ چھُس لوٗ سٹھاہ مجبور ونُس پژھ ۔ کہِ پرٛ یاپٹ چھُ گڈنِک ورہ انسانہ سُند کابس منز بڈٕ خطرناک۔ یِہ خاطرٕ اٲس "فسٹ ایئرفول" ناو پیوان چھُ۔

"......اگر شہر آسن نہٕ مُشکل چھُو گامین ہُند زِندٕ روزُن ...."

میانو مشورٕ چھُ کہ ایٹھ ایٹھ دٔہن دٔہن گامہ گژھ اک شہر پٔنُن بناونہٕ۔ تاکہ گامین ہنز زِندگی گژھ زیادٕ مضبوط۔

"شہرن منز تیٚلِس سٹھاہ لوک چھُہ اکِس جایہِ بسان ۔ تم چھُ اکھ اکس سیت تبادلہٕ خیالات کرتھ دٔہہ پتہٕ دٔہہ نو نو ایجاد کرٛان ......"

انگریز چھ ونہٕ ڈولمت ورٕہ بدن بہان سوچنہٕ تہٕ ہائین منز تہٕ کران ایجادات ۔ اگر تم شہ شہ ستہ ستہ زِنہِ اکِس جایہِ سمِتہٕ آسن "تبادلہٕ خیالات" کران ہموٗ آسہن تم تم ایجادات کرمٕتہٕ ۔ مگر افسوس چھُ "موچھنہٕ اتھ کہہ تہٕ ذکر کرُن ۔

"..... دُنیاہس کر بُرونٹھمہِ خوتہٕ سٹھاہ ترقی ۔ اگر از تمام شہر تہٕ یِم تمن منز روزن والہِ ختم سپدن تمِک نتیجہ سپدٕ ہی کہ دُنیا گژھ ساسہ بدٕ ورہ پتھ ......"، فلسفہ چھُ پنُن اتر تراوان کم از کم بی۔ اے کرِتھ میانس دوستس چھ گڈنکی درِ مہ پوری پاٹھن سینوٗ مُتہ۔

".........لہٰذا چھُ ضرورت تھن مضمونن ہند یموسیت دوشوی درہِ ستہ سپدن ۔ نہ کہ تھن مضمونن ہندہِ ۔ یموسیت نفاق پیہ ...." تھندسی یوت دائس منز پوٗر لگین خیالاتن نفاق یمہ سیت توہہ مجبور سپدوٕ یم نہ گڈنس پژھ ۔

...... گرِستیس نہ گامس مَنز چھ سٹھاہ فرق۔ گروس گوٗسوٗیس بالکُل غیر مہذب بے تعلیم تہٕ بے وقوف آسہ۔ گامی گوٗسوٗیس گامس منز بسان آسہ .... ،،

شہرس منز نہٕ چھ سٹھاہ غیر مہذب بے تعلیم تہٕ بے وقوف۔ تمن وچھنہ زانہہ کانہہ گروس ونان۔

(خدا ین یِژھ تہٕ آیندہ کرہٕ بوٗہٕ پنُن مضمون بیہ شروع) (طاؤس پانپوری)

غزل

یم زار وٗنس بردار کرِتھ سو یار بوزِ
یا مارِہ تُلِت خنجر ننہ سانہٕ شباہ رو زِ

معشوق خلوتخانس مشتاق چھہوی پانِ پانس
عاشق منز وَبرانس معشوق تنہا روزِ

بُلبُل چھہٕ بہت باگل مشتاق گوٗمُت بالکُل
نے روزِ گُل نے بُلبُل از عشق کتھا روزِ

مَس دِتونم کلہٕ وَالن چھُہوہٕ راوَنس اکِ پیالِن
چھوم دَوٗرِہ تُروٗزنِت زالن کرِتھ دوا سوزِ

دلہ یارہ کر و سفر زمینہ آسمانہ نبَر
چھانڈ وٗن پنن دِلبر بیہ نے تمنا دزِ

ہا عشقہ مہ کر ستم ناظمؔ چھُہ پرارن ہیتم
چھہوس تشنہ دیدار دِتم پتہ نہ سہ بہ دم روزِ

حضرت ناظم مرحوم

کاشُر فِردوسی

عبدالوہاب پرے ساکن جاجن

کشیرِ ہندِن تِمن رتین تہٕ بُزرگن منز ہیو کاشُر زبانہِ ہنٛد چندرک پاٹھ پرزہ لاو۔ شاید حاجکس عبدالوھاب پرلیشیٔ ہِش کوم کرُنہٕ کانسہ۔ اَمِس کاشرِ ترجمہ کرن والن ہندِس زِٹس تہٕ کشیرِ ہندہ شہرتہٕ خاطرہ پرت ساتہ کوشش کرنہٕ والِس گُنماتہ سُند زنہ وری چھ ۱۸۹۵ء پیٹھ ۱۸۹۷ء کُنہ وایہ.... دُنیاہس نِش رخصت سپدنُک دوہ آسوس ۲۶ چیت ۱۹۶۹ء۔ یِگوتہ یہ اوس لگ بھگ ۷۳ ستتن ورین ہنٛد سنہ ادس منز۔

لوکہ چارس منز بلہٕ یہ مکتبس منز پران اوس امہ سند استاد اوس امسنز عقل تہٕ دانائی وُچھِتھ دنگ ہیس ژل اُنگج زبان۔ مگر یہ اوس نہٕ راہتہ باقی شُرین ہندِ پاٹھہٕ نخرہ کران۔ بلکہ ہمیشہ اوس اَتھ ووُن تہٕ ییہ ہٮ۪ہاو سُند پرت وقتہ ادس فارسیہ کُن تِمن رسالن ہین منز سبق اوسُس آسان ہیٛن۔ لفظ لفظ یاد کران۔ یہ اوس لوکچارسی منز فارسیک اکھ شیٚہ مصری ہیتھاہ زِرہ پیٹھ "سُلطانی" ناو ییتھ کتابہ اُم پانٛچن جلدن منز فارسیک کاشر ترجمہ چھ کرُمت تمہ چھ "گوڈہ کتھ" منز چھ اُم لکھمُت۔ کہ "مہ سپد ہٮ۪ی ترٕن شارن ہُند سبب شعر دُنس" خیر سو دلیل ونو بیہ ساتہ

جوان سپدِت اوس یہ کتابن ہُند سٹھاہ مشتاق۔ مگر نبتہ زمانس منز خاصکر گامن منز آسہ کتابہٕ نِمنی رِنس موجود یم زن کیمین اتھِ کھیاوہ ناوَن مِلپس دِنہ نِش نواب آس زامان۔ خیر آرکیٹھ ترکُٹ گرِیت کرُون فارسی شہنامہ وصُول۔ ییتھ زن پرت فارسی شارس کاشُر شار بناوُن۔ نمسنزِ وارہیہو کتابو منزہ چھ صرف شاہنامہ کی ۲ زہ حصہ شین جلدن منز چھپاونہٕ آمت۔ آخری حصہ کہ لبنہ خاطرہ چھُن ہو

ونکبس کوشش کرٲن۔ خدا ین اگر یچھ لگی وریہ سپدہ تسنز یہ کتاب سالم چھاپ۔

شاہنامہ پتہ گرام اکبر نامُک کاشُر ترجمہ۔ یہ کتاب تہ چھ شاہنامک پاٹھ فارسی بس منز ساسہ بُد بیت، تمہ پتہ بتالیس ہنگہ تہ منگہ فارسی سُلطانی ہند پانژ جلد۔ یمن زن کمسی کالس شیٹھن ساسن بتین کانشر شیٹھ ساس بیت بناوٕن۔

"ترجمہ کرنکین ذوہن منز بیہ تمہ پتہ یم بیت ام پانہ بنیاوٕ۔ تم چھ ساری "دفتر دیوان وہاب پترے" ناوِ کتابہ منز درج، یوسہ زن وُنہ چھپنہ چھاپ سپزرچ۔ کتابِ "درویشی" چھ بیاکھ کتاباہ اک اہم علم التصوفس منز تصنیف کرزمچ۔ اتھ کتابہ منز چھ ام پننہ تجربہ کہ علاوہ درویشی پیٹھ بڈ وحث لکھمٕت...... مگر تویت کرِت سپد اسند دِل آخری عمرہ منز دُنیاہہ نش ستھاہ کھٹہ۔ شارونس منز لگو کم وقت دِنہ۔ صرف اوس پنن دوستن منز یمن منز خواجہ غلام احمد وانی تہ حاجی عبدالرحمان پرے قابلِ ذکر چھ، کُنہ ساتہ خوش خشال پیٹھ کتھ کران۔ تمہ اوس پنن ساروی وقت خدا بہ سندس عبادتس منز خرچ کران۔ بیہ اگر ٹھیکو یا زمینداری یا باپارہ منز کینہ دولت جمع آسس تتھ کرِن آخری عمرِ اندر صرف مسجدن ہند تعمیر۔ چنانچہ کھیہ ہامس منز چھ ام کم از کم نو مسجدہ بناوِمژہ۔ مسافرن ہندہ آرامہ خاطرہ......

(باقی)

محی الدین محی بی۔ اے سٹوڈنٹ

مہبانہ تہ بنو

پنُہ وتھ ~~~~ ترٛیُم قسط

یہ آسَے اکھ چورہ جمانھا اکھ گر بچتہ ۔ بِنہ از ٔیک ہی کٹہ چوٗر ۔ وٕیُن دِپو توہِ زٕہ مہادیو پشتہ ہیوتیا کانھہ ۔ نہ چھُہو پوٗز زٕہ سو آسُ چور ۔ نہ اوس لایق (چوٗر) مگر بچتہ نہ اوس نہ ۔ اگر سو بچتہ آسہہ سو آسہہا امیدن پیتھ غریبن بخشان ! پوختہ چوٗر آس ییمے ۔ یم زن انتھ آس پانہ وانیئی باگئے راوان تہ بہان پانس پانس اکہ لٹہ اکہ بلہ ییمن یہ پروٗن رفقاہ سوریو ۔ سمبائے پنُنہ پنُنہ ماٹہ جایہ ۔ صلاح مشورہ کرت کروک آخر گراہ اکھ سہی تہ کھیٔت ۔ زنِ جوراہ رٕوٗدُبنہ کٔنی تہ زٕہ زُن کھیٔت وُلمن ۔ زانہ قدرت زِہ تمن گرہ والن کیاہ کروکھ زٕہ تم ہیے ساری کھر ہی ۔ اکھ نفر تہ گونہ ہُشیار ۔ آخر او سکھے کُنہ کہنہ تہ نیو گکھ ڈوٗنتھ ، پھٹے گیہ خبردار الہ سنز کریکھ ۔ بس تہ باشد ۔ ہیتِن ییمن دستہ ولیسرُین ۔ نہ چھک وُنِ ایوان انتھ تہ وتھ ۔ مگر یُس ییمِ زٔٹھ ہیوٗ اوٗس ، تمس گونہ کہنہ ، تمِ پلہ وچھ زٕہ ییم ہا گالناون مہ تہ تہ دوپنکھ ۔ ہیو پکو یو ! سدوئی مشیدہ منز ، لوتہ ہاو تو سوہ " تمن آو گاشس ہیوٗ تہ دورے پی ہمس اپتھ آو تی ہیتھ دراو ۔ ہوان وِوان تہ سمے یہ ییم چور نوی اکس مشیدہ اندر ۔

اوٗتتھ وَاتھنہ ہیچھ یمو سوسرائی کرنہ ۔ وٕبن چھ ییم سونچان زٕہ کمس کیاہ کھسہ ۔ مگر اندر پو کھنہ رکنہہ تہ ۔ انی گیکھ بیاکھ کریکھ ۔ "خبردارہ ہوشس" ـــــــ " تہ ولیسرائی یہ ییم بیہ ۔ ہونیئے بچیئیہ بتھہ کیا کمرن وٕنُن زٕہ چورس دارِہ کنڈ لورُ ۔ ییمن گیہ رائے زَن خبر دارہ وُل آسہہ سورُوی بوزان نبرہ کنہ ۔ ییمن لگِ پشس مگرِ ایم زٔبٹھ چوٗرَن دُولکھنہ کہنہ تہ ۔ تمس آس خبر زٕہ کیاہ چھُہ کرون تہ کیا بنہ مگر دلون انبی سیت ۔

"گژ نار نِچھ رَچھہ ہنا فکرہ" دُپن یلہٕ ہمِن سسرِ لچ تہٕ وُونُکھ۔ "ہیوٗ وُنۍ گِھیوا اَمہٕ لٲگہٕ تہٕ۔ چھُو وَنے تُلن ہُنہٕ ہاوِد تابوٗدس اندر تہٕ پکِو۔ کیا زٕ وَتی اِیہٕ گاش تہٕ۔ یتھ کُن ترِہٕ نہٕ کانسہٕ تہٕ فکرِ کیا چھُو۔ زَن چھُہ مردے کانہہ۔ بس وٕنِچ اُسس تار زِہ ہمو کور سوروُیٔ تیار تہٕ لدوٗکھ تہٕ لدوک پہٕ تابوٗدہ تِکھس تہٕ درائے۔

ہمِن اوٗس گِھچِن دوٗر سٹہاہ اَمہٕ جایہ یتھ ہلِنہٕ جایہ۔ مگر گِھچھِین کیتھ کیُن۔ گاش اوٗسن ہتمیُٹ پھولن۔ لہٰذا گیہ ہم بہٕ وُتہٕ۔ ایمہٕ وینہٕ اوٗس ہمِن اَکرِ وُڈر پِٹھی کھسُن۔ پکاپکان یلہٕ وٲتِ اوتھ تہٕ ہیوٗنکھ کھسُن زٕہ اُمِس زِہٹھس ہوِس پیہٕ پیٹھِ کُن نظر تہٕ چِھبس کرِیکھ نیرتھ، "ہوا بلیا ہوٗ وِہا بُبُل ہا" ۔ وُچھ ہمو تہٕ نظر تہٕ آو چھان ٹھوُڈرٕ کُس تان ہاگرٕ لاگتھ ہہیتھ۔ وین یلہٕ زِیٹھسے ہوِس تہٕ چ کرِیکھ نیرتھ۔ ہمِن کیاہ تقصیر اوٗس۔ تہٕ یہٕ وُچھان وُچھانی ولیسر گوٚو ہمِن تہٕ تابوٗدہ نِکھو پیٹھ۔ پیٹھ کینہٕ اوٗس بہینتھ یہٕ اکھ ٹھگ۔ ایم یلہٕ وُچھ زٕہ ہم تہٕ چھ امِ کینہٕ ہند۔ ہیوٹھ وارہ ہاگرٕ لاگِتھ۔

ہمو کُرٕ کام۔ تلوکھ یہٕ تابوٗدہ بیہٕ فلکین پیٹھہ۔ وین کیا کرہن۔ وُین یلہٕ نزدیک وٲت تہٕ وُونُکھ ایم زِیٹھ زٕہ کرِیُو واویلہٕ زَن تہٕ مردہٕ اوٗس۔ تہٕ ہیوت ہمو کرون ہی۔ بیٹھ پان چٹنہٕ تہٕ وونہٕ تہٕ رِونہٕ، ایڈٕ چھہ وَدان ایڈٕ چھہ وِدان کرِیکھ۔ "ہتا ہیو!" بیاکھ تہٕ دِوان کرِیکھ۔ "میانہ ہو"

تہٕ ہم تہٕ نچ کرِیکھ۔ "بیہٕ خدایو" تہٕ چھہ ہم ہیوٗیٔ سانگاہ کران کران پکان۔

وین یلہٕ نزدیک پاہن وٲتِ تہٕ بیٹھ زیادہ زیادہ کرنہٕ اِلجوٹہ

"یہٕ کہیُوٗ کر تھاہ ہو! آسِ کمسوٗ تراوتھو ہو! میانہ بیہٕ خدایو ہو"

ایم گُھن یلہٕ وُچھ۔ ایم چھِیُون زِہٕ ہمو لوگ یہٕ ڈانب۔ ہم چھہ بیچارہ نِنھی وینہٕ زٕہ اکھ بِتہٕ دوران ونان ونان "میانہ تہٕ ہیو ہم کتہٕ نِیا ہو! بتہ ہا۔ چی سیت ہو۔ یو کمسی تراوتھس ہو! ہمِن پھیر نہ دمی

ٹھگن تہ پوٹھگی ۔ نمو بلہ چھیوٗن زِہ یہ ناتلہ وِیُن نھف ۔ تہ دپوٗہس ہنا یارہ وُئن کرتہ گوشی ۔ مگر سو کتھ بوزِتھ تم ہیوت اکھنوی زیادہ کرُئن دُوکھنے ۔

"بوہا چھونوئ بہو" !

"بونا چھور کھ بہو" !

"چوٗر ولا چھیوٗ منِ کیئن بیہ گوشی ۔ دِیوہ یہ بلائے ٹلہ ۔ بیہ ہنٹک اوک اوک انہ دارہ کریکہ دشہ میانہ بہو ۔"

مگر یہ کتھہ ٹلہک تھپ ۔ یہ وتھکھ سیت سیت : میانہ تہ بہو ۔

وُنِ بلہ یم سٹھاہ دق آئے تہ مُونہس سارے دلیل ۔ دپوٗہس "ہنا نھیئ ٹولتہ وُئن ۔ چھِ تہ دمیو کِنھاہ ۔ وُنِ کرتہ چھوپیئ ——— "

ادہ کیا پتہ دیتوکھ تمس تہ حصہ تہ گیہ پانس پانس بیہ ———

ویرولیشولیشور

ویرولیشو لیشور صیبن چھ یہ مضمون چار لڈمُت ۔ اگرچہ باقی مضمون نہ چھ یمو مذاق پیدہ کرنچ کوشش کرمژ مگر یہ چھو کھیت ۔ بمہ خیبطرہ بومین شکریہ ادا کران ۔ مدیر

غزل

دوستدار ودو دُجگرک للہ ناوُن چھارو ا
سینہ زالُن لُو زنا ے کینہ نھاوُن چھارو ا

لُولہ باغس ہوزہ پھلیاہ وجھنہ لچھ کیاہ چھ جان
داغ نھاوِنہ باغِ دِلسی ڈوٹ تراوُن چھارو ا

زالہ عشقنہ لاگناوِت مرغ دِل نیچرِس اندر
جایہ جائے چھایہ رُوزِت مائ تراوِن چھارو ا

دورِہ روزِت چورہ نظرہ کاک تراوان چھا گناہ
تبنہ لاوُن نارِہ زالُن نارہ ناوُن چھارو ا

غلام محی الدین کاک نھرڈایر

۱۷

اَنٛنیٖر

...ہم آس اَٹھ نارہ پانہٕ وان آسِ دوست۔ اکہ دوہہ آس اکِس جایہ اکس ہم بہت پانہٕ وانِ کتھ کران۔ خبر آسک ظاہر اچھپنہ تیٚبتہ بیہ کانہ۔ مگر اکھ شخصاہ اکھ اوٚس تُھیند پہ گفتگو بوزان۔ اکیٔ اَٹھ وٚن بیہ دون مَہہ چھے ساری روپیہ فلان مشیدہ منزاک کوٚنجس منز دو بہ ہنہ کھٚنِت تھوٚمِچہ۔ بیاک اوٚمہ چھیہ پنن لوٚرہن لگھر بناوِچ اَت منز چھِم روپیہ تھوِ مژرہ۔ نریم اَٹھ دپُک نہ سہ بہ مہ چھہ ہیتھ نیٚلس جندس اندر ہٚلپنیہ تھومتِ پٹھ چھمک دچہ لاچچھہ۔ بوزان وال دوٚپ، ییتان نہ بومین نانہ پھرُن تھوہ، تتان کُس چھوہِس بو۔ گڈنھتی گویہ تہ کجِن مشیدہ منزہ روپیہ، تمہ پتہ گوٚ امِس بیں انِس پتہ پتہ۔ پتٕ کنی نیٚلس لوٚر، سُو کتھ ژھانڈ ہس۔ وٚن روٚ د تریم اَٹھ، امٚس لٚشہ روپیہ کڈنہ آسہ مُشکل۔ امہ شخصن کرِ کاماہ۔ بنبرہ گن اکھ لدٚون اکس چڈس منز پٹھ تہوٚنس ژھانڈس ماچھ متہت۔ ددران دوران گو دپُن امِس انِس ہے ہے نلہ سہ یہ تھوتہ بہ منز، مہ چھو اکھاہ پتہ دوران۔ پانہ رودا وک طرف چوٚرہ۔ رچھاہ گیہ ام اَٹھ سوٕ راتھ چڈس۔ اندرٕ اندری ہنٛن انجہ سیت ژھانڈ لیوٚن۔ یہ لگوس مدُر۔ خیال کرُن یہ گو ژھانڈ۔ وٕتھ چھپنہ کنھی اندر کیا آسہِ تُلمنس ژھانڈ، بنبر ورائے امہِ منزہ، ہنھک چھن، امس آو جبرہ چھنن جندہ کڈِت، ہو وٕنھ لوتی نہ نین جندہ ہٕن۔

کنہ کالاہ گچھت کرمین اَٹھ ام سال۔ بھتہ وُنھ کھیا و نادت تھونک تھس کتھ روپے روپے، ہم اَٹھ آس ہیتھ شیطان ہیو پرزہ ناوہ پننہ روپیہ، بدمعاشن دوٚپ کوٹھ گو تباہ، دمہ چایہ کرن تیار۔ اَت منز وٚنون ہمین زہر۔ ہم موٗد نزلوٗے، شودہ اکھ اَٹھ رٹِت۔ تمس اوٚس نہ دون نزان دوہن چرسی، امسی دپُن بودے لوٚنت النعام اگرچہ اکھ شخصاہ

اک چھنہٕ ہن فلان میدانس تراوِت، شامک وقت اوٗس۔ اَمہٕ سنگہٕ ڈلین تُل یہٕ اک اوٗن نراوُن دورٕ اکس میدانس منز، اورہٕ یلہٕ واپس آو۔ ~~اورہٕ یلہٕ واپس آو~~۔ یہٕ وُچھس سوٗ ہا اوٕی واپس۔ یوٗ کیاہ درِ مے، گُڈنس ووہم اُن تہٕ ہاوِنس، ننوِٕن تُل تہٕ چھیٖنٕ یہٕ نِت ییس اکس دوٗر جایہ۔ اورہٕ یلہٕ یہٕ آو، یہٕ وُچھُس ہتھ یہٕ کیازہٕ چھو واپس اِیوان۔ تریم اُن گُڈن تہٕ وُپوٗنس یہٕ کہٕ چھُوی، دوٗپنس گچھ وُنہِ پھاٹوٗن کولہٕ منز۔ اَمہٕ تُل شار تہٕ سان تہٕ ووت اکس دریاوس پٹھ۔ بٹھ پٹھے ژٹن کولہٕ منز وارِت۔ شخصاہ اک اوٗس اَتہٕ بٹھہٕ چھلان سو کھٹ اورہ، شودہ گوکرنس کوٗم، دپونس "کولہٕ بوتراو نہٕ یور، ڈاک کرِت مہٕ" یہٕ وَنِت تُلن تہٕ دِتن دارِت کولہٕ منز۔ اوٗرہٕ آو تُوٗن امس بدمعاشس "ہتہٕ سہٕ کھیچیوٗ وییہ لوٗر۔ مہٕ مانُس نہٕ کنہہ ژم نوٗرہٕ دارِت"۔ اَمہٕ زون کولل شودہٕ ڈلین چھہٕ چورُم شخص نہٕ مارِت

(پیرزادہ) محمد شفیع فاضلی تھرڈ ایئر

غزل

چھوک سون جگر گوش جانانہٕ مسہٕ روش
کیاہ چھوی چہ حسنک بوش جانانہٕ مسہٕ روش

سوٗنہٕ دوٗر زُلفن منز کیاہ حُسنہٕ باغس سنز
سنبل تہٕ چھی اَچھ پوش سامانہٕ مسہٕ روش

کیاہ مینز چھے زیباہے کرِت بر پا
صدخون سیاہ پوش شاہانہٕ مسہٕ روش

در پردہٕ کھٹِت رُخ بے دردہٕ یہٕ کیاہ خوی
خوش کرتہٕ تُل شب پوش تابانہٕ مسہٕ روش

غم نراو چھے فرصت دُم زان غنیمت
ہمت در آغوش ہمخانہٕ مسہٕ روش

رسول کرِت گت تس شمع رویس پیٹھ
نی گو عشقن جوش پروانہٕ مسہٕ روش

رسول میر مرحوم

صِحّت وَارٕ تھاوٕنچ سٔہل وَتھ

پرٕنتھ کانٛہہ چھوٚکرانان کرٕنٕن صحت چھُ ساروٕی چیزو خوٚتہٕ کھسنت۔ اکیا زٕہ پرانوٚتہٕ چھُ ومنت

"زواوُ رچھان اوٗر"

اوٕ خیبطرٕ چھُ یہ اکھ ضروری کتھاہ کہ پرٕتھ کانٛسہ گژھ خبر گژھن کہ ایا کانٛہہ شخص کِتھ پاٹھہ ہیکہ پنُن پان اوٗر تہٕ دوٗرٕ تھوٚوِتھ۔ فرہنگ زبان منٛز چھُ اکھ مثل اکھ بیک مطلب چھُ یہ کہ احتیاط کرُن چھُ علاج کرنہٕ خوٚتہٕ بہتر۔ بہ اکھ کتھ چھُ بالکل پزٕ۔ ہرگاہ اَسۍ گرہ ہند کانٛہہ پرزٕ ئمہ بھٔچھراوٕنہٕ تہٕ توٚوٕ پتہٕ ایہٕ بیٚیہ شیرنہٕ، یہ گرٕ دِیہٕ نہٕ یوٗتھ ٹھیک وقت وٕدٕن۔ یوٗتھ زَن یہ آسہ بروٚنہہ دِوان۔ تِتھے پاٹھۍ چھُ اِنسانس اَندر تہِ اکھ مشین اکھ یمک پرزٕ زن چھُ نوٚتانِ جان پکٕٹھہٕ پنٕن پنٕن کام کران۔ یونان تمم پنہٕ جان، ہیچ منٛز چھُ آسان۔ لہٰذا چھُ یہ ضروری کہ یمن پرزن ہنٛز صفائی گژھ ہمیشہ اِن کرنہٕ تاکہ تم گژھن نہٕ ماے نہٕ زایہ۔

وُنہٕ چھُس یوٚتلہ کٕنہہ فایدٕ منٛد کتھ لکھان۔ تاکہ تم انسان یم زن اِموکھوٚنشہ آسن بے بہرٕ تِمن ییٚن ہند فایدٕ :۔

دِلہ منٛزٕ چھُ صاف خوٗن اکہِ نالہٕ منٛزٕ نیران تہٕ اَندرِمہ مشینہ ہندِس پرٕتھ کُنہ پرزس منٛز واتان۔ یم پرزٕ چھ پننہ استعمالہ خیبطرٕ امہ منٛزٕ جان جان چیز کڈان تہٕ پنٕن استعمال شدہ گندٕ چیز اَتھ امہ معاوضہ دِوان۔ اوٕ کِن چھُ یہ رٔتھ گندٕ بنان تہٕ بوٚیالوکن واپس دِلس منٛز گژھان۔ وُنہٕ چھُ یہ گندٕ رٔتھ صفائی خیبطرٕ شُشس منٛز گژھان۔ یتہٕ زن یہ چھُ پننہ صفائی خیبطرٕ تازٕ ہوا منٛزٕ جان جان چیز کڈان تہٕ پنٕن گندٕ چیز

ہوہ ہَس دِوان یس زَن نبر چھُہ شہس سیٖت نیران - اوہ خیٖطرٕ چھُو یہ ضروری کہ صاف ہوا یُوت زَن انسان ہکہِ نیوت چیٖہ - نہ گندہ ہوا یُوت ہکہِ نیوت تراوہ نبر - لہذا گژھن رٔژہ صفائی خیٖطرٕ زیٖٹھ شاہ ہیٖن تہٕ تراون - دُنِ چھُہ یہ رٔتھ صاف سپنہٕ وٲپس دلس منز گژھان تہٕ بہ چکر چھُہ تیٖتھے پاٹھۍ چلہ وُن روزان - امہِ زیٖٹھ شہ گژھن نِتہ جایہ ہیٖن، یتنِک ہوا صاف آسہ، نمہ جایہ گیہ

۱- کُولہ بٹھ

۲- کوہ تہٕ کوہ پچہ

۳- میدان

یتہ زن زُودار چیٖز آسن کم - مگر کولِ کنٹ تہٕ تاف آسہ سٹھاہ - تاف چھُ لوکٹن لوکٹن کیمن ہم زَن رنسان سند دشمن چھاران - واو چھُ یمن کیمن چھکہ راوان تہٕ رُود چھکھ گژھ سان چھیلتھ والان، امو چیٖز وسیلتھ چھُ ہوا صاف سپنان -

وُنِ تہ توہہ جان پاٹھ فکرٕ کہ نبر تراومُت شہ کیازہ لگنہ بیہ وٲپس چون - ہر گاہ کانہہ انسان چیٖہ اپہ، بیہ وٲپس تمس گژھ نہ ترٲوِتھ در روکھ وٲپس چینس منز کانہہ شرم ہی :- ہوا گژھ ہمیشہ نستہ کِن چیون بہ کیازہ ؟

نستہ منز یم زن والِ چھ آسان تم چھ ہوا ہس چھیلتھ اندر ژاوان (گرد تہٕ جراثیم چھ لیوان رکاوتہ) امہ علاوہ چھ نستہ منز ہیٖرہ پاوٕ ہیوٕ، امہ تہ زن - یم تہ زن ہوا صاف کرتھ چھ اندر ژاوان - نیر یم فایدہ چھُ یہ کہ نستہ ہنز وتھ چھ (شوشس نامت) زیٖٹھ - یمہ کن زن ہوا چھُ چھنہ وِشن گژھتھ اندر اچان -

نرنجن ناتھ موزہ - بی - ایس سی سٹوڈنٹ

غزل

فراقہ چانے بو نھا مہ گیمچ چہ مست گو ہم کمن ہا لا لو
چہ روزہ سانقاہ مہ گوش تہادم نوائے زیر و بمن ہا لا لو

چہ کینہ کیاہ گوئی مہ سینہ زالت چہ گوک نیرت مہ تلبہ لاوِت
مہ روز و شب چھم خیال چانوی یہ سوز چھمبہ ہمن ہا لا لو

مہ ونتہ وُن کیاہ بوڈالِ ماوئے ٹوٹھ کیاہ چھم چہ پیش تھاوے
یہ خون دِلکوئی مہ ٹوٹھ آسُم ملِت سُود راہم نمن ہا لا لو

چھ پوش فلمت مہ وارہ نو نو بہ سالہ یچھنا بو حال باوے
نہ پیارہ بلبل پیام و صلس فلت چھ آمت چمن ہا لا لو

وچھان وچھانی مہ چشمہ پوسم بو کرنہ فلوا ئیم عشقہ دادی
تمے نہ زانن یہ داد کیاہ گو چھ کر یوٹھ پیومت بمن ہا لا لو

مہ لولہ والنجہ چہ کاش کرتھم مہ آشہ چانے گنجنم وشنے کیاہ
یہ دِل چھ چانوی مہ رات بوزم توے یہ آدر غمن ہا لا لو

بو نبرہ طاوس روزنہ گانفس بو بھیس اندر اندہ خموش بالن
نہ باغ چھارن نہ باغیچ گُل گلاب و نرگس سمن ہا لا لو

طاوس پانپوری

غزل

بو وَدَہ نا مدُن رُوٹھ میانَن کَنھَن پٹھ   گچھِت رام ہیہ نا بیہ دَعوتن پٹھ

ہٹُک رَت بو کڈہ ہا مَن تَس بو مَلہ ہا   ہکھا بار تمکوئ سُونا زُک اَتھن پٹھ

گچھَان چھُس بو حیران سو جانا نہ ڈیشان   اوَے روز روز چھُس گچھان بو وَتن پٹھ

گچھی عار میانوئ ہو یارہ شَایدَ   نظر ترا وہک یہ چھ میانَن خطن پٹھ

مَہ نِشہ دور سَا تھا گچھکَ بامِ یارو!   بو زانے مَہ تراوِت چھ گوہم رَتَن پَٹھ

مرے بو اگر اے مسیح! دوُر روزَک   رِٹت نالہٕ یلہ سَاوَہ نے مہ وَتن پٹھ

کھَنت بر جگر فاضلَس چانِ صوُرت
لگو ؤن نمس دِل بِن صوُرتن پٹھ

فاضل کاشمیری

کشیر

رُوزہ شُوبی حال وَنوُنے پانہ پَلنے مُلکہ کوُیُ
پُس چھُہ شوبان عالمس مَنز مہر زَن کُل فلکہ کوُیُ

چھُس ھمالیہ پاسبانہ چارسو پہرہ دِوان
دُشمنَن زَن دیوِ حبشی دربَنٹھ ڈیڈے پَچھ پِوان

جھیل ڈل کیاہ، کیا وُلر آنچار ماَنسبل سَجان
آبِ کوثر از جنت وُتھمت چھُہ حوبَن منز روان

چھُس نشاطا، شالہ مارا آہرہ بل کیاہ پہلگام
گُونگہ وُٹن، اَچھہ بل باسان زَن جنتک مقام

باغِ اِرمُک نقشہ یا فردوس عالم چھیُس وَنان
صُبح وشامن مہر وماہ بس گُڈنیتھے سجدہ کران

سُون کشیر چھوی ریشن ولین ہندے مسکن مقام
شہرہ تہندی گاٹہ جارُک شرق مغرب چھوی تمام

پنڈت اُرجن ناتھ سال اوّل

چاٹھ

اَکِہ دوہہ آو اک گامُٹ اَکِس شہرکِس دوستس نِش، امِس دوستس اَہندس اوس نچواہ سٹھاہ خوبصورت مگر رذیل۔ وُنہ اوس سُتہ وُہری مگر زِن آسو ہتہ وُہر۔ یہ وُچھتھ امِس مالس کُن "ناٹھ بم کھیو امنت اَسہ کٔٹ" مالو وَنُس "یِہ کیاہ گچھوئے آسُن" نچو دپُس "کیا سنا گُگر پوٗت ہنا انہ ہالُونت" مال دپوس "بے عقلہ گُگر پوٗت تہِ چھا ڈُونی لمونہ ایُنا۔ گُگر پوٗت چھُ آسان کٹہ پوٗت ہیو"

اکہ دوٗہہ دراو پنجابیاہ اَک کشیرِ منز دپہاتس کُن سیبر کرنہ، بچہِ شہ ست آسِش سیت، اکس جایہ آسو سوٗیہ دپچاہ اَک، یہ وُچھتھ بمن بچن "پچھیوت سبزارس منز گندو۔ تم گی ڈنکُ ڈولہ گُن اَتھ سوٗیہ منز، لچک سوٗئی تہ ہیچک کریک دینہ، پنجابس آو جیٖرہ، موٹرس لدِن تہ نین پنجاب، بمن کھت پھوکُٹ، ڈاکٹرن گُرنگ شلن علاج ہیت تام تم وہمہ سیت موٗدِ

منظفر محسن لامری ایف۔ اے سٹوڈنٹ